میرا نصیب
نگہت عبداللہ

مکمل ناول

# میرا نصیب ہے

نگہت عبداللہ

"سنو......! کل میری اماں تمہارے ہاں گئی تھیں......؟" وہ غالباً سیڑھیاں پھلانگتا ہوا آ رہا تھا جبھی اس کی سانس پھول رہی تھی اور بغیر سلام دعا کے اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تو اس کی بے قراری پر میں نے مسکراہٹ دبا کر مختصر جواب دیا۔

"ہاں......"

"پھر......؟ میرا مطلب ہے کیا سوچا تمہارے امی ابا نے......؟" وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر جما کر مجھے

دیکھنے لگا۔

''پتا نہیں۔'' میں نے سیدھے سادے انداز میں لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ اپنے پیچھے کسی چیز پر ڈھے کر تقریباً چیخا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''جو سچ ہے، میں نے وہی کہا ہے... مجھے نہیں معلوم میرے ماں باپ نے تمہاری اماں کو کیا جواب دیا ہے اور پلیز دھیرج سے بات کرو...... یہ آفس ہے۔'' میں نے آخر میں ٹوکا تو وہ بالکل خاموش ہوگیا۔

''دیکھو احسن!'' کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کر کے آخر مجھے خود ہی کہنا پڑا۔ ''یہ ٹھیک ہے کہ میں نے گریجویشن کیا ہے، اس کے بعد ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس کر کے یہاں جاب بھی کرنے لگی ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اپنی زندگی کے ہر معاملے میں آزاد اور خود مختار ہو چکی ہوں ایسا نہیں ہے اور نہ ہی میں ایسا سوچ سکتی ہوں کیونکہ میرے والدین نے مجھے کسی قابل اس لیے نہیں بنایا کہ میں ان کی سوچ، ان کے فیصلوں کو چیلنج کرنے لگوں...... ہرگز نہیں بلکہ اس کے برعکس یہ طے ہے کہ وہ جو سوچیں گے جو فیصلہ کریں گے مجھے اس پر سر جھکانا ہے تو پھر میں یہ جاننے کی کوشش کیوں کروں کہ انہوں نے تمہارے بارے میں کیا سوچا۔'' میری اتنی طویل بات کے جواب میں پہلے اس نے اتنی ہی گہری سانس کھینچی پھر پوچھنے لگا۔

''اگر انہوں نے میرے خلاف فیصلہ دے دیا تو......؟''

''میں کوئی احتجاج نہیں کروں گی۔'' میں نے سکون سے جواب دیا تو وہ پھر چیخ پڑا۔

''کیوں...... کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟''

''ہے...... لیکن اپنی محبت کے حصول کی خاطر میں اپنے والدین کو ناراض نہیں کر سکتی۔''

میرے حتمی انداز پر وہ کتنی دیر تک مجھے دیکھتا رہا پھر کرسی کی پشت پر سر رکھ کر چھت کو گھورنے لگا تو مجھے اس پر بہت ترس آیا لیکن میں اسے کوئی آس نہیں دلا سکتی تھی، جب ہی قصداً انجان سی بن کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

''سنو......'' کتنی دیر بعد اس کے پکارنے پر میں نے سر اونچا کر کے اسے دیکھا تو کہنے لگا۔

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہارے والدین میرے ہی حق میں فیصلہ سنائیں۔''

''ہاں......'' میں نے بغیر کسی تاثر کے ہاں کہا تھا اور وہ اسی پر خوش ہوگیا۔

''ہاں...... انشاء اللہ تمہارے والدین بھی ہاں کہیں گے، مجھے اچھی امید رکھنی چاہیے...... ہے ناں......''

میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

''بڑی ظالم ہو، میرا دل رکھنے کی خاطر ہی ہاں کہہ دو۔'' اس نے شاکی ہو کر کہا۔

''فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جاؤ اپنا کام کرو۔''

''کیا کام کروں، تم نے کام کرنے کے قابل چھوڑا ہے؟ ہر پل ذہن پر سوار رہتی ہو، اچھا بھلا اپنی زندگی جی رہا تھا، مزے میں تھا، پتا نہیں کہاں سے آگئیں پاگل بنانے۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بول رہا تھا۔

''اور تو کوئی پاگل نہیں بنا؟'' میں نے فوراً کہا۔

''اندھے ہیں سب...... ویسے شکر ہے ورنہ......''

میرے گھورنے پر وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا پھر جاتے، جاتے بولا تھا۔

''سنو، فیصلہ میرے حق میں ہونا چاہیے۔''

اور چاہتی تو میں بھی یہی تھی لیکن کیا کر سکتی تھی سوائے اس کے کہ خاموشی سے ابا کے فیصلے کا انتظار کروں...... جنہوں نے گزشتہ چار سالوں سے امی کا جینا حرام کر رکھا تھا حالانکہ قصوروار وہ نہیں تھیں لیکن بیلا کی غلطی کی سزا وہی بھگت رہی تھیں اور صرف ابا ہی نہیں سارے خاندان والے امی کو ہی الزام دیتے





تھے۔ خاص طور پر تائی جی تو کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں اور انہیں مواقع کچھ زیادہ ہی ملتے تھے کیونکہ ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے گو کہ پورشن بنے ہوئے تھے لیکن درمیان میں دیواریں نہیں تھیں اور آنگن تو ایک ہی تھا۔ جب ہی اندر، باہر آتے، جاتے سامنا ضرور ہوتا تو ہر بار وہ امی کا کلیجا چھلنی کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کہہ جاتی تھیں۔ جب سے میں جاب کرنے لگی تھی تب سے انہوں نے مجھے سمجھانا شروع کر دیا تھا۔

''دیکھو بیٹی! تم بہت اچھی، سمجھ دار لڑکی ہو...... کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا جس سے خاندان کی بدنامی ہو...... پہلے بیلا...... دیکھو کیسے اپنی مرضی کر کے ماں، باپ کے منہ پر کالک مل گئی ہے تم اس کے نقشِ قدم پر نہ چلنا۔'' وغیرہ وغیرہ......

اور میں نادان نہیں تھی۔ جانتی تھی کہ تائی جی کا مقصد مجھے سمجھانا نہیں بلکہ بیلا کی غلطی کو دہرا کر میرا سر جھکانا ہے اور میں واقعی چپ چاپ سر جھکائے ان کی باتیں سنتی رہتی...... البتہ دل ہی دل میں بیلا کو ضرور گالیاں دیتی۔ جس کی وجہ سے امی اور میں بھی منہ میں زبان رکھتے ہوئے گونگی بننے پر مجبور تھے۔ صرف بیلا کی وجہ سے ہی نہیں ابا کی وجہ سے بھی جو تائی جی کو غیر معمولی اہمیت اور احترام دیتے تھے اور ہمیں بھی یہی حکم تھا۔ جس سے بیلا بہت چڑتی تھی۔

مجھے یاد ہے وہ شروع سے ہر وہ کام کرتی جس سے تائی جی منع کرتی تھیں اور جو وہ کرنے کو کہتیں وہ کبھی نہیں کرتی تھی۔ جس پر شام میں اکثر اسے ابا کی ڈانٹ اور کبھی مار بھی سہنی پڑتی لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آتی تھی اور مجھے لگتا تھا جیسے تائی جی کی ضد ہی میں اس نے وہ غلط قدم اٹھایا تھا...... اگر ایسا تھا تب بھی اس نے غلط کیا، کم از کم امی اور پھر میرا ہی خیال کر لیتی کہ اس کے اس اقدام سے ہم پر کیا بیتے گی...... لیکن اس نے یہ نہیں سوچا تھا۔

اور میں بہت سوچتی تھی۔ ان چار سالوں میں امی نے جتنے آنسو بہائے تھے اتنی بار میں نے خود سے عہد کیا تھا کہ میں بیلا نہیں بنوں گی۔ یہی نہیں اپنے ہر عمل سے ہی میں خود کو اس سے مختلف ثابت کرنے کی کوشش کرتی آرہی تھی لیکن ایک احسن کے معاملے میں، میں ناکام ہوگئی تھی۔ پتا نہیں کب، کیسے وہ میرے دل کی زمین پر اپنی محبت کا بیج بو گیا، مجھے سچ مچ پتا نہیں چلا...... میں تو اسے صرف ایک دوست سمجھتی تھی لیکن معاملہ اس سے آگے چلا گیا تھا اور اب اس نے مجھے پروپوز کر کے اپنی اماں کو بھی ہمارے ہاں بھیج دیا تھا۔ اگر درمیان میں بیلا کی غلطی نہ ہوتی تو میں آرام سے امی کو احسن کے بارے میں بتا سکتی تھی لیکن اب تو یہ ممکن ہی نہیں تھا اس لیے میں نے احسن کو اگرچہ اصل بات نہیں بتائی تھی تب بھی صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اس معاملے میں میرا کچھ اختیار نہیں میرے والدین جو فیصلہ کریں گے میں وہی قبول کروں گی اور حقیقتاً مجھے یہی کرنا تھا۔ اس لیے میں نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ابا نے احسن کے پروپوزل کو کوئی اہمیت دی بھی ہے یا نہیں جبکہ وہ اگلے دن پھر آن موجود ہوا۔

''سنو! تمہیں کچھ اندازہ تو ہوا ہوگا......؟''

''کس بات کا......؟'' میں نے بے دھیانی سے سن کر پوچھا تو وہ جھنجلا کر بولا۔

''کہاں رہتی ہو تم...... گھر کی خبر رکھتی ہو نہ میری طرف دھیان ہے۔''

''میں صرف اپنے کام سے کام رکھتی ہوں۔'' میں نے کہا تو وہ مزید چڑ کر بولا۔

''بہت اچھا کرتی ہو۔''

''پھر ناراض کیوں ہو رہے ہو؟''

''دیکھو...... میں یہاں تمہارے ساتھ مذاق کرنے نہیں آیا...... سیدھی طرح بتاؤ، تمہارے والدین نے کیا سوچا...... میرا مطلب ہے میرے

بارے میں؟'' اس نے وارننگ کے انداز میں پوچھا تو میں زچ ہو کر بولی۔

''میں اب بھی یہی کہوں گی مجھے نہیں پتا۔''

''ٹھیک ہے ...... میں آج خود تمہارے ہاں آؤں گا۔'' وہ کہہ کر جانے لگا لیکن میں نے فوراً پکار لیا۔

''سنو...... احسن......!'' وہ وہیں سے پلٹ کر دیکھنے لگا تو میں نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

''میرے ہاں آنے کی غلطی کبھی مت کرنا۔''

''آؤں گا...... ضرور آؤں گا۔'' اس نے کیوں کا سوال ہی نہیں اٹھایا اور مزید آنے پر زور دے کر چلا گیا تو میں واقعی بہت پریشان ہو گئی۔

اس کے پیچھے بھی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ اپنے اس کیبن نما کمرے سے میں صرف اس وقت نکلتی تھی جب باس کا بلاوا آتا تھا اور سیدھی وہیں جا کر واپس یہیں آتی تھی۔ اس کے علاوہ اِدھر اُدھر میں نے کبھی نہیں جھانکا تھا اس لیے حقیقتاً مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہمارے آفس میں اور کتنے کمرے ہیں جبکہ یہاں کام کرتے ہوئے مجھے چھ مہینے ہو گئے تھے اور اسٹاف میں بھی سب لوگوں سے واقف نہیں تھی۔ بس دو تین افراد جن میں احسن بھی شامل تھا اور جو میرے روم میں آ کر مجھ سے ڈیزائن ڈسکس کرتے تھے بہر حال وہ سارا دن میرا اسی پریشانی میں گزرا کہ میں احسن کو کیسے باز رکھوں ...... گو کہ یہ زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن وہ پھر میرے کمرے میں آیا ہی نہیں اور پانچ بجے جب میں آفس سے نکلی تب زینے پر رک کر بھی اس کا انتظار کیا اور آخر مایوس ہو کر گھر آ گئی پر مسلسل یہ دھڑکا لگا رہا کہ کہیں وہ آ نہ جائے۔ جتنی بار بیل بجی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ میں اسے برا بھلا بھی کہتی رہی ...... یہاں تک سوچ لیا کہ ابا تو جو فیصلہ کریں گے، میں کل پہلی فرصت میں اسے اپنی طرف سے انکار کر دوں گی اور یہ بھی کہہ دوں گی کہ وہ آئندہ اپنی اماں کو یہاں نہ بھیجے۔

''جیہ...... تمہیں امی بلا رہی ہیں......'' رات میں جب آخری چائے کے برتن وہیں کچن میں کھڑی دھو رہی تھی جب شہنی نے کچن میں جھانک کر مجھے تائی جی کا بلاوا دیا تو میں نے اس کی طرف پلٹ کر پوچھا۔

''فوراً بلایا ہے یا میں یہ برتن دھو لوں؟''

''کوئی جلدی نہیں...... آرام سے آنا......'' وہ کہہ کر چلی گئی تو بھی میں نے جلدی، جلدی برتن دھو ڈالے پھر کچن بند کر کے امی سے کہتی ہوئی تائی جی کی طرف چلی گئی۔ میں ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ شہنی کے ساتھ سر جوڑے پتا نہیں کیا باتیں کر رہی تھیں مجھے دیکھتے ہی ایک دم سیدھی ہو بیٹھیں۔

''آؤ، آؤ جیہ...... فارغ ہو گئیں......؟''

''جی......!'' میں ان ہی کے بیڈ پر قدرے فاصلے سے بیٹھ گئی تو کہنے لگیں۔

''جب سے نوکری سے لگی ہو آ کر میرے پاس بیٹھتی بھی نہیں ہو کوئی ناراضی ہے کیا......؟''

''ارے نہیں تائی جی! میں آپ سے کیوں ناراض ہوں گی بھلا...... بس آفس سے آ کر کھانا پکانے میں لگ جاتی ہوں۔'' میں نے ہمیشہ کی طرح لگاوٹ کا مظاہرہ کر کے کہا۔

''ہاں...... ایک تو پہلے ہی تھکی ہوئی آتی ہو، اوپر سے اور کام......'' پھر شہنی سے کہنے لگیں۔

''دیکھ لو، تم جو نوکری کرنے کا کہتی ہو تو پہلے اس کا حال دیکھ لو۔''

''کیا ہوا...... اچھی بھلی تو ہے...... مجھے تو پہلے سے زیادہ فریش لگتی ہے۔'' شہنی نے مجھے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو تائی جی برا سا منہ بنا کر بولیں۔





''کوئی نہیں...... اتنی سی شکل نکل آئی ہے، خیر تم جاؤ یہاں سے، مجھے جیہ سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''تو میرے سامنے کریں ناں......''

''نہیں، تم جاؤ......'' تائی جی نے اسے گھورا تو وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی جبکہ میں اندر ہی اندر پریشان ہو رہی تھی کہ پتا نہیں کیا بات کریں گی لیکن یہ خوبی مجھ میں تھی کہ میں خواہ کتنی پریشان یا خوف زدہ ہوتی مقابل پر کبھی ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی اب بھی بظاہر میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

''جی تائی جی......! کیا بات ہے؟''

''ہاں وہ......'' تائی جی میری طرف متوجہ ہوئیں پھر آواز دھیمی کر کے راز داری سے بولیں۔ ''میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ تم احسن کو جانتی ہو......؟''

''کون احسن......؟'' میں یکسر انجان بن گئی جبکہ حقیقتاً اندر دل بڑے زور سے دھڑکا تھا۔

''وہی جو تمہارے آفس میں ہوتا ہے۔'' تائی جی کا انداز بڑا دوستانہ تھا لیکن ان کی آنکھیں ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

''پتا نہیں تائی جی ...... میں تو اپنے آفس کے کسی بندے کو نہیں جانتی، میرا کسی سے واسطہ ہی نہیں پڑتا، الگ روم میں بیٹھتی ہوں اور اپنے کام سے کام رکھتی ہوں۔'' میں نے سہولت سے جواب دے کر کہا تو وہ کچھ دیر کھوجتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتی رہیں پھر کہنے لگیں۔

''ہاں ...... میں تو پہلے ہی کہتی ہوں کہ تم بیلا جیسی نہیں ہو، وہ بہت تیز تھی جب ہی تو دیکھو گل کھلا گئی۔ اللہ سمجھے اسے۔''

''چھوڑیں تائی جی...... یہ بتائیں، آپ احسن کا کیوں پوچھ رہی تھیں؟'' میں نے بیلا کی طرف سے ان کا دھیان ہٹانے کی خاطر احسن کا نام لے دیا۔

''وہ اس کی ماں آئی تھی تمہارے لیے...... میں نے سوچا تم سے معلوم کر لوں...... کیسا لڑکا ہے لیکن تم تو جانتی ہی نہیں۔''

''جی......''

''ٹھیک ہے پھر میں تمہارے باپ سے کہوں گی، وہ خود ہی چھان بین کرے...... ویسے ایک اور لڑکا بھی ہے میری نظر میں۔'' انہوں نے کہا تو میرا دل چاہا کہ کہہ دوں شہنی بھی تو ہے اس کے لیے دیکھیں اور سوچیں ...... میری فکر کیوں کرتی ہیں لیکن پھر وہی بیلا ...... الو کی ...... میری زبان پر تالے لگا گئی تھی۔

''میں جاؤں تائی جی......! نیند آ رہی ہے۔''

''ہاں، ہاں پھر صبح تمہیں آفس بھی جانا ہوتا ہے۔''

''جی شب بخیر......'' میں فوراً اٹھ کر ان کے کمرے سے نکل آئی تو آگے برآمدے میں ثریا بھابی مل گئیں۔ فیڈر اور تھرماس ہاتھ میں لیے کچن کی طرف جا رہی تھیں۔ مجھے دیکھا تو رک کر پوچھنے لگیں۔

''تم میری ساس کے پاس کیا کر رہی تھیں؟''

''باتیں سن رہی تھی ان کی۔'' میں نے مسکرا کر کہا تو ثریا بھابی شاکی ہو کر بولیں۔

''میرے خلاف......''

''نہیں...... آج وہ میری شادی کی فکر میں تھیں۔''

''کیوں......؟ اللہ سلامت رکھے تمہارے ماں، باپ موجود ہیں، یہ کیوں فکر کر رہی ہیں۔ اپنی بیٹی کی کریں جسے کھانے اور سونے کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں...... موٹی بھینس کہیں کی۔''

''کوئی نہیں، اتنی اسمارٹ ہے شہنی اور کام بھی کرتی ہے۔'' میں نے ان سے اختلاف کیا تو انہوں نے پہلے سر جھٹکا پھر پوچھنے لگیں۔

''ویسے ان کا شہنی کو رخصت کرنے کا کیا پروگرام ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم اور آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں، خود آپ کو ساری معلومات ہونی چاہئیں...... فی الحال اکلوتی بہو ہیں آپ اس گھر

کی۔'' میں نے لاعلمی کا اظہار کرنے کے ساتھ کہا تو وہ فوراً بولیں۔

''دعا کرو...... جلدی دوسری آئے تاکہ میری ساس کا آدھا دھیان اس کی طرف منتقل ہو۔''

''عدنان بھائی آئیں گے تب ہی تو...... ویسے کب تک آنے کا پروگرام ہے ان کا؟'' میں نے پوچھا تو وہ منہ بنا کر بولیں۔

''پتا نہیں...... شاید عید پر آجائے۔''

''تو آپ تائی جی کو ان کے لیے لڑکی ڈھونڈنے پر لگا دیں، اس طرح بھی ان کا دھیان بٹ جائے گا۔'' میرے مشورے پر وہ کچھ دیر مجھے دیکھتی رہیں پھر پوچھنے لگیں۔

''سنو...... تمہارا عدنان کے ساتھ کوئی چکر تو نہیں ہے؟''

''توبہ کریں......'' میں اچھل پڑی۔

''کیوں...... اچھا تو ہے......''

''میں اچھی نہیں ہوں......'' میں کہہ کر قصداً ہنسی اور انہیں کچن کی طرف دھکیل کر اپنے کمرے میں آگئی۔

''فضول باتیں کرنے کھڑی ہوگئی...... اتنی دیر میں استری ہوجاتی۔'' اپنے آپ سے کہتے ہوئے میں نے جلدی سے صبح کے لیے کپڑے نکالے اور استری کا پلگ لگا دیا پھر اس کام سے فارغ ہوتے ہی لائٹ آف کرکے لیٹ گئی کیونکہ بارہ بج چکے تھے جبکہ روزانہ میں گیارہ بجے تک سو جاتی تھی تاکہ صبح اٹھنے میں وقت نہ ہو اور ابھی میں فوراً سو جانا چاہتی تھی لیکن ذرا سی بے قاعدگی نے نیند اڑا دی تھی۔ کچھ دیر زبردستی آنکھیں بند کیے پڑی رہی پھر چھت کو گھورنے لگی اور ایسے میں ہمیشہ مجھے بیلا یاد آتی تھی کبھی جب اسے نیند نہیں آتی تھی تو وہ مجھے بھی جھنجوڑ کر اٹھا دیتی تھی۔

''کیا ہے......؟'' میں آنکھیں ملتے ہوئے پوچھتی تو وہ بڑے آرام سے کہتی۔

''مجھے نیند نہیں آرہی۔''

''پھر......؟''

''پھر کیا تم بھی اٹھ جاؤ......''

''میں نہیں اٹھ رہی......'' میں دوبارہ تکیے پر گرنے لگتی لیکن وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتی۔

''خبردار جو سوئیں تو......''

''اچھی زبردستی ہے، تم ایسے کیوں کرتی ہو......؟''

''مزہ آتا ہے، میرا دل چاہتا ہے چیخ، چیخ کر سارے گھر کو اٹھا دوں اور پھر میں آرام سے سو جاؤں۔'' اس نے بہت محظوظ ہوکر کہا تھا اور ایک بار سچ مچ اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ بجائے مجھے اٹھانے کے چیخ چیخ کر سارے گھر کو اٹھا دیا تھا امی، ابا، تائی جی، عمران بھائی، عدنان بھائی، شہنی، سب بھاگے چلے آئے تھے۔

''کیا ہوا...... کیا ہوا......؟''

اور وہ یوں ظاہر کرنے لگی تھی جیسے ڈراؤنے خواب سے اٹھی ہو، کسی کو پہچان بھی نہیں رہی تھی اور مزید تائی جی کی طرف اشارہ کرکے چڑیل، چڑیل چلانے لگی تھی۔ ابا نے اسے بازوؤں میں لے کر تھپکنا شروع کردیا اور امی اس کے سر پر آیت الکرسی پڑھنے کھڑی ہوگئی تھیں۔ تائی جی اپنا بولے جارہی تھیں، ساتھ ساتھ شہنی کو وہاں سے بھاگنے کا اشارہ بھی کرتی جارہی تھیں۔ غالباً انہیں خدشہ تھا کہ کہیں بیلا کا جن ان کی بیٹی پر نہ قبضہ کرلے اور جب ابا کے بازوؤں میں پُرسکون ہوکر بیلا سو گئی تب تائی جی، شہنی کو کھینچتی ہوئی لے گئیں۔ ان کے پیچھے عمران بھائی اور عدنان بھائی بھی چلے گئے تو ابا نے امی کو وہیں بیلا کے پاس سونے کو کہا پھر مجھے تسلی دیتے ہوئے کمرے سے چلے گئے تھے پھر صبح جب میں نے بیلا سے پوچھا کہ رات اسے کیا ہوا تھا تو اس نے بڑے آرام سے جواب دیا تھا۔

''مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔''



''اُف......! کتنی بدتمیز ہو تم...... سب کو پریشان کرکے رکھ دیا......'' میں نے ٹوکا تو ہنستے ہوئے بولی تھی۔

''بہت مزہ آیا اور داد دو مجھے کہ تائی جی کو ان کے منہ پر چڑیل بھی کہہ دیا۔''

''بڑا کمال کیا......'' میں نے جس قدر ناگواری کا اظہار کیا وہ اسی قدر اترا کر بولی تھی۔

''اور کیا تم کہہ سکتی ہو......؟''

''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے، تم پتا نہیں کیوں ان سے اتنی خار کھاتی ہو، آخر کیا لے لیا ہے انہوں نے تمہارا......؟'' میں نے بات کے اختتام پر اسے دیکھا تو وہ فوراً بولی تھی۔

''باپ......''

''ہیں......'' میں مذاق سمجھ کر ہنسنے لگی تو وہ میرا ہاتھ کھینچ کر بولی تھی۔

''میں مذاق نہیں کررہی سچ کہہ رہی ہوں، تائی جی نے ہم سے ہمارا باپ چھین لیا ہے دیکھتی نہیں ہو، کیسے ابا ان کی ہر بات پر آمین کہتے ہیں۔''

''تو کیا ہوا...... وہ بڑی ہیں پھر بے چاری بیوہ بھی ہوگئیں، اس لیے ابا زیادہ خیال کرنے لگے ہیں کہ کہیں انہیں یہ احساس نہ ہو کہ تایا جی کے بعد ان کا کوئی نہیں ہے۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ تائید کے ساتھ کہنے لگی۔

''ہاں...... ابا اسی لیے کرتے ہیں لیکن وہ کچھ زیادہ پھیل رہی ہیں۔ ابا کی سعادت مندی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں۔''

''کوئی نہیں......''

''کوئی نہیں......'' وہ میری نقل اتارتے ہوئے چڑ کر بولی تھی۔ ''تمہیں تب پتا چلے گا جب ہر کام کے لیے تائی جی کی طرف دیکھنا پڑے گا کہ وہ اجازت دیں گی تب ہی ہم کچھ کرسکیں گے۔ اب بھی ابا جان ان کی بات مانتے ہیں، امی کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں اور

## قرآن حکیم لکھنے کے لیے ابتدائی معلومات

1۔ آپ رجسٹر یا کاپی پر نہ لکھیں کیونکہ یہ کاغذ کمزور رہتا ہے، بیس، پچیس سال بعد پرانا اور خراب ہوجائے گا۔

2۔ اردو بازار سے اچھے قسم کا سفید کاغذ خریدیں۔

3۔ اپنے قرآن پاک کا سائز آپ خود تیار کریں گی۔

4۔ ایک سفید ڈرائنگ شیٹ خریدیں اور اس پر پنسل فٹ کی مدد سے شیٹ کا سائز تیار کریں۔

5۔ قرآن حکیم سے نہ لکھیں، علیحدہ سپارے خریدیں اس طرح آپ کو ہینڈل کرنے میں آسانی ہوگی۔

6۔ 12 لائنوں والے سپارے لیں تاکہ سائز بڑا نہ ہونے پائے۔

7۔ حاشیہ ضرور بنوائیں...... جس طرح سپارے میں لکھا ہے ویسا ہی آپ بھی لکھیے...... مثلاً صفحہ نمبر اور لائن ٹو لائن ورڈ ٹو ورڈ لکھیں۔

8۔ وائٹو اپنے پاس رکھیے، معمولی غلطی وائٹو سے درست کریں۔ بڑی غلطی ہو تو صفحہ رجیکٹ کردیں۔

9۔ جتنے صفحات آپ کے کلام پاک میں ہیں اسی حساب سے کاغذ کی شیٹ بنیں گی۔ دکاندار مدد کردے گا۔

10۔ اگر حاشیے پر کوئی ڈیزائن ڈلوانا ہے تو یہ کمپیوٹر سے بنے گا۔

11۔ جلد بہت اعلیٰ بنوائیں، اس میں کنجوسی نہ کریں...... (جلد بندی میں بہت خرچہ آتا ہے)

12۔ لکھنے کے لیے signo بلیک پوائنٹر خریدیں۔ ایک پوائنٹر سے ایک سپارہ لکھ سکیں گی۔

13۔ جب لائن لکھ لیں تو اسی وقت چیک کریں۔

14۔ الحمد شریف آپ کے سیدھے ہاتھ کی جانب ہوتی ہے اس پر ہمیشہ صفحہ نمبر 2 ہوتا ہے۔ بائیں جانب صفحہ نمبر 3 ہوگا۔ اگر آپ الحمد شریف پر صفحہ 1 ڈالیں گی تو یہ بلنڈر ہوگا۔

از: ذکیہ بلگرامی، کراچی

دیکھنا اس بات پر میں کسی دن بہت فساد ڈالوں گی۔"
"نہیں بیلا......" میں نے فوراً اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔ "تم خدا کے لیے ایسا کچھ نہیں کرنا۔"
"کیسے نہیں، میرے کسی معاملے میں اگر ابا نے انہیں زیادہ اہمیت دی تو پھر میں رہوں گی یا وہ......" اس نے قطعیت سے کہا تھا۔
اور بیلا کے احساس دلانے پر میں نے غور کیا تو واقعی تائی جی نے غالباً پورے گھر پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے ابا کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور بہت پیار سے......
جب عمران بھائی کی شادی کرنے لگیں تو ابا سے یوں مشورے کرتیں جیسے ان کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتیں جبکہ کرتی اپنے من کی تھیں جس کا ابا کو احساس ہی نہیں تھا۔ اس کے برعکس وہ خوش تھے کہ بھاوج انہیں اہمیت دیتی ہیں اور امی سے بھی کہتے کہ ان کا میرے سوا اور کون ہے بے چاری اکیلی عورت......
"اکیلی کیوں......؟" ایک دن امی نے ٹوکا تھا۔ "ماشاء اللہ جوان بیٹے ہیں۔"
"ہاں......لیکن انہیں اتنی عقل کہاں......؟"
"سب عقل ہے بس ایک آپ کو نہیں ہے۔"
امی کا اتنا کہنا تھا کہ ابا ایک دم طیش میں آگئے تھے۔
"کیا کہنا چاہتی ہو تم، چھوڑ دوں بیوہ بھاوج اور بھائی کے یتیم بچوں کو......ارے ابھی تو وہ ہم پر بوجھ نہیں ہیں۔ ماشاء اللہ اپنا کماتے کھاتے ہیں، میں کیا کرتا ہوں...جا کر حال احوال ہی پوچھ لیتا ہوں اور تم سے یہ بھی برداشت نہیں ہوتا......ارے اگر نہیں دیکھ سکتیں انہیں تو جا بیٹھو اپنے بھائی کے گھر......"
"میں نے ایسا کب کہا......؟" امی غصے سے خائف ہو کر منمنائی تھیں۔
"خبردار جو کچھ کہا تو......" ابا مزید تیز ہو کر دہاڑے تھے جس پر بیلا بھاگ کر ان کے مقابل

کھڑی ہونا چاہتی تھی لیکن میں اسے کھینچتے ہوئے اپنے کمرے میں لے آئی اور دروازہ لاک کر دیا تھا۔
"مجھے جانے دو، میں نا انصافی اور زیادتی برداشت نہیں کر سکتی۔" بیلا بری طرح تلملا کر مجھے نوچتی کھسوٹتی رہی لیکن میں نے اس وقت دروازہ نہیں کھولا کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ بات بڑھ کر تائی جی تک پہنچے اور وہ امی سے باقاعدہ دشمنی باندھ لیں گو کہ دشمنی تو وہ اب بھی کر رہی تھیں لیکن براہِ راست امی سے نہیں الجھتی تھیں۔
بہرحال اس روز میں نے بڑی مشکل سے بیلا کو ٹھنڈا کیا تھا۔ اس کے بعد امی نے بھی اسے سمجھا دیا کہ اسے بڑوں کے معاملات میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
"نہیں بولوں گی، کبھی نہیں بولوں گی، کُڑھتی رہیں خود، بہت شوق ہے انہیں کڑھنے کا مظلوم بننے کا......" اس رات بیلا بڑبڑاتی رہی تھی۔ میں نے قصداً انہیں ٹوکا تھا۔
اور پھر واقعی اس نے خاموشی اختیار کر لی لیکن جتنی دیر ابا، تائی کے کمرے میں بیٹھتے، وہ اِدھر جلے پیر کی بلی کی طرح چکراتی تھی اور دانت پیس، پیس کر اپنی ہتھیلی پر مکے مارے جاتی۔ اس وقت وہ ایسے ہی تلملا رہی تھی جب عدنان بھائی نے ہمارے کمرے میں جھانک کر پوچھا تھا۔
"سنو! چچا جان کہاں ہیں؟"
"ابا کہو......" بیلا نے جس انداز سے کہا۔ اس سے میں گھبرا کر وضاحت کرنے لگی تھی۔
"اس کا مطلب ہے ہمارے ابا......"
"ہاں وہی تمہارے ابا کہاں ہیں؟" عدنان بھائی میری طرف متوجہ ہو گئے تھے لیکن مجھ سے پہلے بیلا نے جواب دیا تھا۔
"تمہاری اماں کے پاس......"
"جی عدنان بھائی......ابا شاید اُدھر ہی ہوں گے





یا دیکھیں امی سے پوچھ لیں۔" میں بات بنانے کی کوشش کر رہی تھی کہ عدنان بھائی اندر آ کر پوچھنے لگے۔
"تم اتنا بوکھلا کیوں رہی ہو......؟"
"ہاں دیکھو کتنی پاگل ہے...... حالانکہ بوکھلانا تمہیں چاہیے۔" بیلا پتا نہیں کیا سوچے بیٹھی تھی۔ میری بوکھلاہٹ اور پریشانی کا بھی اس پر کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔
"کیوں......؟" عدنان بھائی نے پوچھا تو وہ بڑے آرام سے بولی تھی۔
"ظاہر ہے، تم لڑکی والے ہو......"
"ہائے بیلا......" اس سے پہلے کہ عدنان بھائی کچھ سمجھتے میں پیٹ پکڑ کر یوں چلانے لگی جیسے بہت درد ہو رہا ہو۔
"اسے کیا ہوا......؟" عدنان بھائی پریشان ہو گئے تھے۔
"اکثر ہوتا ہے......میرا مطلب ہے پیٹ میں درد......تم جاؤ، میں دیکھتی ہوں اسے۔" بیلا انہیں بھیج کر ہنسنے لگی تھی۔
"قسم سے بیلا......اگر تم مجھ سے بڑی نہ ہوتیں تو میں......"
"بس، بس، زیادہ غصہ مت دکھاؤ......" وہ مجھے ٹوک کر پھر ٹہلنے لگی تھی۔

☆☆☆

یونہی کتنے دن گزر گئے، میرا بس یہی کام رہ گیا تھا کہ جیسے ہی ابا، تائی جی کے پورشن کی طرف جاتے، میں بیلا کا دھیان بٹانے میں لگ جاتی اور پھر ایک دن خود ہی اس کا دھیان بٹ گیا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا، ابا کب آفس سے آئے کب دوسرے پورشن میں گئے، وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔ جب میں نے ٹوکا تو مسکرا کر بولی تھی۔
"مجھے وہ اچھا لگنے لگا ہے۔"
"کون......؟" میں نے پوری آنکھیں

پھیلائی تھیں۔
"حماد......"
"دیکھو......اس طرح مت کرو، مجھے فوراً پوری تفصیل بتا ڈالو۔ نہیں تو میرا ڈپریشن بڑھ کر مجھے اوپر پہنچا دے گا۔" میں نے کہا تو وہ رعب سے بولی تھی۔
"خبردار میری سگائی سے پہلے اوپر جانے کی کوشش مت کرنا۔"
"تو جلدی بتاؤ۔"
"کیا......؟"
"تمہارے ساتھ پڑھتا ہے؟"
"نہیں......لیکن روزانہ میرے راستے میں آتا ہے خوب صورت سی گاڑی میں سلام کرتا ہوا نکل جاتا اور آج اس نے رک کر مجھ سے بات کی تو مجھے اچھا لگا۔"
وہ اس کے تصور میں کھو کر بول رہی تھی اور میں اس کی آنکھوں میں رنگوں کی برسات دیکھ کر کچھ خائف سی ہو گئی تھی۔
"ک......کیا بات کی اس نے؟"
"اپنا تعارف کرایا میرا نام پوچھا اور کہا، تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ میں ہنس دی تو وہ بولا۔ تمہاری ہنسی بہت پیاری ہے۔"
"پھر......؟"
"پھر میں ہواؤں میں اڑنے لگی۔" وہ کہہ کر چونکی تھی اور یوں بیلا اپنی زندگی کے خوب صورت موڑ میں داخل ہو کر باقی سب بھول گئی۔ امی کا کڑھنا اور چھپ، چھپ کر رونا نظر آتا تھا اسے نہ ابا کا دوسرے پورشن میں جانا۔ وہ اپنی دنیا میں گم ہو گئی تھی۔ اگر میں احساس دلانے کی کوشش کرتی تو بے نیازی سے کہتی۔
"کیا ہے امی کو اب عادی ہو جانا چاہیے۔"
"یہ تم کہہ رہی ہو......؟" پہلی بار اس جواب پر میں بہت حیران ہوئی تھی۔
"ہاں اور ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ ابا اگر تائی جی

کے پاس جا بیٹھتے ہیں تو اس میں برائی کیا ہے، وہ کوئی لڑکی نہیں ہیں جوان بچوں کی ماں ہے اور اب تو بہو بھی آچکی ہے۔''

''بس کرو بیلا......! تمہارا تو کوئی دین، ایمان ہی نہیں ہے۔'' میں نے ہاتھ جوڑ کر اسے خاموش کرایا تھا اور بعد میں جب میں نے سوچا تو مجھے بیلا کی تبدیلی پر حیرت نہیں ہوئی بلکہ خوشی ہوئی کہ وہ مثبت انداز سے سوچنے لگی ہے پھر اس کا ایک فائدہ مجھے بھی ہوا تھا کہ روزانہ اسے ٹھنڈا کرنے کی ڈیوٹی سے مجھے نجات مل گئی تھی، اس کے برعکس وہ میری خوشامد کرنے لگی تھی۔

''جیہ پلیز......! ابھی سونا نہیں مجھے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔''

''صبح کر لینا......'' مجھے بدلہ لینے کا موقع ملا تھا یوں ظاہر کرتی جیسے بہت نیند آرہی ہو۔

''صبح ہماری ملاقات کہاں ہوتی ہے، تم کالج، میں یونیورسٹی اور وہاں سے آکر تمہیں امی کے پاس بیٹھنا ضروری ہوتا ہے۔''

''کل نہیں بیٹھوں گی امی کے پاس تمہاری باتیں سن لوں گی۔''

''نہیں ابھی سنو......'' اس کی لگاوٹ میں کچھ ضد بھی شامل تھی اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی سننا چاہتی تھی۔ اس لیے ہتھیار ڈال کر متوجہ ہو جاتی۔ وہ حماد، حماد کرتے اتنی دور نکل گئی تھی کہ واپسی کا تصور ہی نہیں تھا جس سے میں ڈرنے لگی تھی اور اسے ٹوکا بھی تو وہ بڑے یقین سے بولی۔

''سنو...... ساری دنیا فریب ہو سکتی ہے۔ حماد کی محبت نہیں۔''

''تو پھر وہ آگے کیوں نہیں بڑھتا، میرا مطلب ہے شادی کے لیے۔''

''لو وہ تو روز اپنے ماں، باپ کو بھیجنے کی بات کرتا ہے لیکن میں منع کر دیتی ہوں۔''

''کیوں منع کرتی ہو......؟''

''بس میں چاہتی ہوں پہلے ایگزام دے لوں، اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو۔''

''نہیں بیلا...... سلسلہ شروع ہونے دو تاکہ ایگزام کے فوراً بعد تمہاری شادی ہو جائے۔'' میں نے کہا تو وہ فوراً ہی بولی تھی۔

''اور تمہارا نمبر آئے۔''

''ظاہر ہے تم جاؤ گی تو میرا نمبر آئے گا ناں......''

''یہ بات ہے تو میں صبح ہی حماد سے کہوں گی اور دیکھنا، شام میں اس کے اماں ابا آجائیں گے۔'' اس نے یوں کہا تھا جیسے یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

☆☆☆

''اور واقعی اگلی شام حماد کے ماں، باپ آگئے تھے جنہیں دیکھتے ہی مجھے ان کی امارت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے بڑی چاہت سے بیلا کو مانگا تھا یعنی ان کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنے سے کم حیثیت لوگوں میں آن بیٹھے ہیں۔ اس کے برعکس جیسے وہ سوالی تھے تو سوال کرنے والوں جیسی ہی عاجزی دِکھا رہے تھے۔ جس کی بعد میں، میں نے ابا کے منہ سے تعریف بھی سنی تھی اور دو دن تک یوں لگتا رہا جیسے ابا ابھی ہامی بھر لیں گے لیکن تیسرے دن پتا نہیں کیا ہوا تھا کہ ابا ایک دم بدل گئے۔

''اب وہ لوگ آئیں تو صاف منع کر دینا، مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے......'' ابا، امی سے کہہ رہے تھے اور بیلا سن کر اسی وقت ان کے مقابل جا کھڑی ہوئی تھی۔

''کیوں منظور نہیں ہے، مجھے منظور ہے۔''

''تم......!'' ابا طیش میں آکر بیلا پر ہاتھ اٹھانا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے امی نے اسے پرے دھکیل دیا۔

''تم اپنے کمرے میں جاؤ۔''

''پہلے مجھے بات کرنے دیں۔ میری شادی





حماد سے ہوگی، اگر آپ نے منع کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ امی کے دھکوں کے باوجود چیخ، چیخ کر بول رہی تھی کہ تائی جی بھاگی آئیں۔

''کیا ہو گیا......؟''

''آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے ہمارے معاملات میں بولنے کی۔ آپ جائیں اپنی اولاد کی فکر کریں۔'' بیلا نے ان کا لحاظ نہیں کیا پھر بھی وہ پچکار رہی تھیں۔

''بیٹی، تم بھی میری اولاد ہو، میں نے تو کبھی فرق نہیں کیا، جیسے شہنی ویسے تم۔''

''بس رہنے دیں، بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں آپ کو...... ابا کو بے وقوف بنا سکتی ہیں مجھے نہیں۔''

''بیلا......!'' ابا دہاڑے تھے اور اس سے پہلے کہ اس کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر گھسیٹتے، تائی جی درمیان میں آکر ابا پر بگڑنے لگی تھیں۔

''بیٹی پر ہاتھ اٹھاتے شرم نہیں آتی۔ وہ تو ابھی نادان ہے لیکن تم تو سمجھ والے ہو۔''

اس کے ساتھ انہوں نے مجھے بیلا کو وہاں سے لے جانے کا اشارہ کیا تو میں اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں لے گئی، جہاں اس نے بقیہ غصہ مجھ پر اتارا تھا۔ اس کے بعد بھی وہ اپنی بات پر اُڑی رہی کہ اس کی شادی حماد ہی سے ہوگی اور اگر یہاں سے منع کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ یہ گھر چھوڑ دے گی اور پھر واقعی وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی کیونکہ ابا نے اس کی شادی عدنان بھائی کے ساتھ طے کر کے فوری نکاح کا نہ صرف فیصلہ سنا دیا بلکہ انتظامات میں بھی لگ گئے تھے اور بیلا نے جیسے ہی سنا، اسی وقت باقاعدہ اعلان کرتی ہوئی گئی تھی۔

''میں جا رہی ہوں، میرا اب اس گھر سے کوئی تعلق نہیں۔'' میں اور امی اس کے پیچھے بھاگیں اسے پکارتی رہ گئیں لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اگر دیکھ لیتی تو اپنے جانے کا ارادہ ترک نہ بھی کرتی تب بھی گرتی ہوئی امی کو سہارا دینے ضرور آتی لیکن اس نے یہ منظر دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس کے بعد تو ہمارے لیے زندگی عذاب ہو گئی۔ ابا نے سارا الزام امی کے سر پر رکھ دیا اور اب بھی یہی کہتے ہیں اور عدنان بھائی کا انداز کیسا اکسانے والا ہوتا ہے۔

''اگر میری بہن ایسا قدم اٹھاتی تو میں اس کی ٹانگیں توڑ کر ایک کونے میں ڈال دیتا۔''

بہر حال بیلا کے جانے سے امی تو بالکل ہی ٹوٹ گئی تھیں اور میرے لیے بھی اس وقت تو ابا نے سارے دروازے بند کر دیے تھے۔ کالج جانے سے بھی منع کر دیا تھا لیکن پھر کچھ دنوں بعد تائی جی کے کہنے پر انہوں نے مجھے کالج جانے کی اجازت دے دی تو اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ اگر اپنی زندگی میں کچھ بننا ہے تو سب سے زیادہ مجھے تائی جی کو خوش رکھنا اور ان کی جی حضوری کرنی ہوگی۔ شروع میں بیلا نے مجھے یہی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہیں تب پتا چلے گا جب ہر کام کے لیے تائی جی کی طرف دیکھنا پڑے گا اور یہی ہو رہا تھا۔

☆☆☆

بی اے کر کے میں دو سال گھر بیٹھی رہی تھی اس دوران میرے لیے کافی پرپوزل آئے تھے لیکن کہیں بات نہیں بنی۔ بس ایک آدھ کو ہی اِدھر سے انکار ہوا تھا۔ باقی سب بیلا کی داستان دُہرا کر منع کر گئے تھے مجھے نہیں معلوم، بیلا کی کہانی وہاں تک کیسے پہنچتی تھی۔ بہر حال امی بہت فکر مند تھیں اور مجھے گھر کے گھٹے ہوئے اور سازشی ماحول سے وحشت ہونے لگی تھی۔ جب ہی میں نے تائی جی کے ذریعے ابا سے کوئی کورس کرنے کی اجازت لی پھر اسی طرح جاب بھی کرنے لگی جبکہ میری ڈور اب بھی تائی جی کے ہاتھوں میں ہی تھی یہ نہیں تھا کہ میں کوئی کمزور یا بزدل لڑکی تھی، حقیقتاً مجھ میں بیلا جیسا یا شاید اس سے زیادہ حوصلہ تھا۔ چاہتی تو ایک جھٹکے سے تائی جی کے ہاتھوں

سے اپنی ڈور کھینچ کر اپنے معاملات میں خود مختاری کا اعلان کر دیتی لیکن مجھے امی کا خیال تھا جو بیلا کی غلطی کی سزا اب تک بھگت رہی تھیں۔ گو کہ اسے گئے چار سال ہو گئے تھے اور پتا نہیں کیسے اس نے اپنا دل پتھر کر لیا تھا کہ آنا تو دور کی بات، کبھی فون بھی نہیں کیا تھا جبکہ میں شروع میں تو بہت شدت سے منتظر رہی تھی کہ وہ کم از کم مجھے ضرور بتائے گی کہ یہاں سے نکل کر وہ کہاں گئی اور پھر حماد کے ساتھ شادی کیسے ہوئی اور پتا نہیں ہوئی یا نہیں۔

پہلے مجھے یہی دھڑ کا لگا رہتا تھا کیونکہ میں نے بہت سے واقعات سنے اور پڑھے بھی تھے کہ گھر سے اس طرح نکلی ہوئی لڑکیوں کا آگے کیا اِنجام ہوتا ہے اس لیے میں اور شاید امی بھی لاشعوری طور پر منتظر رہتی تھیں کہ وہ دھکے کھاتی ہوئی آخر پلٹ کر یہیں آئے گی...... لیکن وہ جیسے کہہ کر گئی تھی کہ اب اس گھر سے اس کا کوئی تعلق نہیں تو یہاں بھی اس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا لیکن اس سے ہمارا رشتہ اٹوٹ تھا...... میں اگر اسے گالیاں دیتی تھی تو اس کے لیے دعا بھی ضرور کرتی تھی کہ وہ جہاں بھی ہو خیریت سے ہو اور خوش ہو۔

☆☆☆

رات میں بیلا کو سوچتے ہوئے بہت دیر سے سوئی تھی، جب ہی صبح معمول کے مطابق آنکھ نہیں کھلی اور امی نے بھی نو بجے اٹھایا تھا۔ میں گھڑی دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

''امی...... مجھے آفس جانا تھا۔''

''میں سمجھی، آج نہیں جاؤ گی، اتنی بے خبر سو رہی تھیں تم...... میں نے سات بجے ایک دو بار پکارا تھا۔ کیا رات دیر تک اُدھر بیٹھی رہی تھیں؟'' امی نے پوچھا تو میں دوبارہ لیٹتے ہوئے بولی۔

''نہیں، زیادہ دیر تو نہیں ہوئی تھی۔''

''اچھا، تو اب اٹھ جاؤ......'' امی نے دوبارہ لیٹنے پر ٹوکا۔

''کیا کروں گی اٹھ کر، آفس کی تو چھٹی ہو گئی...... ابا چلے گئے کیا......؟''

''ہاں۔'' امی ہاں کہہ کر جانے لگیں تو پھر میں نے اٹھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بیٹھیں ناں...... کہاں جا رہی ہیں؟''

''تمہارے لیے ناشتا بنا دوں؟''

''مجھے جب کرنا ہوگا، خود بنا لوں گی، آپ بیٹھیں ناں......'' میرے اصرار پر وہ شاید تھکی تھیں جب ہی بیٹھ کر بغور میرا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''کیا بات ہے؟''

''پریشان کیوں ہو گئیں، میں تو یونہی آپ کے ساتھ باتیں کرنا چاہ رہی تھی لیکن آپ کو شاید خاموش رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔''

''ہاں...... سارا دن کون ہوتا ہے جس کے ساتھ بولوں، جب سے تم بھی نوکری سے لگی ہو، میں بالکل اکیلی ہو گئی ہوں۔'' انہوں نے کہا تو میں نے فوراً پوچھا۔

''چھوڑ دوں نوکری......؟''

''نہیں، گھر میں بیٹھ کر طعنے سننے سے اچھا ہے کام سے لگی رہو۔''

''اس کا مطلب ہے، آپ سارا دن طعنے سنتی ہیں۔'' میں نے ان کی بات پکڑی تو دکھ سے بولیں۔

''جب نصیب میں یہی ہے تو کیا کروں۔''

''کوئی نصیب میں نہیں لکھا...... سب بیلا کا کیا دھرا ہے خود تو آرام سے ہو گی اور ہم......''

''اللہ کرے آرام سے ہو۔'' امی نے کہا تو میں ایک دم خاموش ہو کر انہیں دیکھے گئی۔ تب ہی برآمدے سے شہنی نے پکارا تھا۔

''جیہ! تمہارے آفس سے فون ہے۔''

''آفس سے۔'' میں چونکنے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور بہت عجلت میں چپلوں میں پیر



جھلاتے ہوئے کمرے سے نکل کر ٹیلی فون کے پاس آئی تو شہنی ریسیور مجھے دے کر وہیں کھڑی ہو گئی۔ جس پر میں بہت جز بز ہوئی اور بہت احتیاط سے ہیلو کہا تو دوسری طرف سے احسن پوچھنے لگا۔

''آج چھٹی کس خوشی میں......؟''

''سوری سر......! میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لیے میں نہیں آسکی۔'' میں نے شہنی پر یہی ظاہر کیا جیسے باس کا فون ہو اور اُدھر وہ چیخ پڑا۔

''دماغ پر اثر ہو گیا ہے کیا......؟''

''جی سر......''

''مذاق چھوڑو جیہ، یہ بتاؤ کیوں نہیں آئیں؟''

''میں کل ضرور آؤں گی سر......'' میری ساری توجہ اُدھر تھی لیکن نظریں شہنی پر۔

''سنو...... کیا ہو گیا ہے تمہیں...... کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' اب وہ سنجیدہ ہو کر پوچھ رہا تھا۔ ''میں آجاؤں؟''

''نو سر...... میں نے کہا ناں میں کل ضرور آؤں گی اور وہ پرابلم وہیں ڈسکس کر لیں گے...... اوکے......'' میں نے بظاہر بہت اعتماد سے کہہ کر فون بند کر دیا پھر انجان بن کر شہنی سے پوچھا۔

''تمہیں فون کرنا ہے؟''

''نہیں...... ہاں......'' وہ واقعی گڑبڑا گئی تھی۔

''کر لو......'' میں اندر ہی اندر محظوظ ہوتی صحن میں لگے واش بیسن پر جا کر منہ ہاتھ دھونے لگی پھر وہاں سے کچن کا رخ کیا اور چائے کا پانی رکھ کر سلائس گرم کر رہی تھی کہ شہنی آکر پوچھنے لگی۔

''تمہاری طبیعت کو کیا ہوا......؟''

''کچھ نہیں، اصل میں رات تائی جی کے ساتھ باتوں میں دیر ہو گئی تھی اس لیے صبح آنکھ نہیں کھلی لیکن باس سے تو یہ نہیں کہہ سکتی تھی ناں......'' میں نے اپنی مصروفیت ترک کیے بغیر کہا تو وہ پوچھنے لگی۔

''تمہارے باس بہت سخت ہیں کیا......؟''

''ہاں اور صرف ہمارے نہیں سب ایسے ہوتے ہیں، خوفناک شکلیں، اوپر سے کرخت لہجے، پیشانی پر اتنے بل ہوتے ہیں کہ شمار نہیں کیے جا سکتے۔'' باس کا نقشہ کھینچتے ہوئے میری نظروں میں اچانک ہی اپنے باس کا وجیہہ سراپا آن سمایا تو میں ایک دم خاموش ہو گئی۔

''توبہ میں تو جاب نہیں کروں گی۔'' شہنی نے کہا تو میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیوں......؟''

''مجھے کوئی شوق نہیں خوفناک شکلیں دیکھنے کا۔'' وہ کہہ کر چلی گئی تو میں نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا پھر وہیں کھڑے، کھڑے ناشتا کر کے برتن بھی دھو ڈالے اس کے بعد فوراً کرنے کو کوئی کام نہیں تھا اس لیے میں امی سے کہہ کر تائی جی کے پاس چلی آئی کیونکہ میری ڈور ان کے ہاتھوں میں تھی اور مجھے انہیں خوش رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ اطمینان بھی دلانا پڑتا تھا کہ میں ان کے مشورے کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتی یعنی ان کی خوشامد ضروری تھی۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا۔

بہر حال خود پر جبر کر کے میں بہت دیر اُن کے پاس بیٹھی اور ان کے منہ سے ثریا بھابی کی برائیاں سنتی رہی۔ درمیان میں کتنی بار میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی لیکن وہ پھر اسی پر آجاتیں، خدا خدا کر کے کھانا پکانے کا وقت ہوا تو میری جان چھوٹی لیکن آگے امی ناراض بیٹھی تھیں۔

''باپ کی طرح تمہارا بھی وہیں دل لگتا ہے۔''

''توبہ کریں...... میرا تو انہیں دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔'' میں نے فوراً کہا تو امی نے پھر ٹوکا۔

''پھر کیوں جاتی ہو؟''

''مجبوری ہے، نہیں جاؤں گی تو وہ ابا کو بہکا کر ہر روز یہاں فساد ڈلوائیں گی۔'' میں نے کہہ کر بات بدل دی۔

"کھانے میں کیا پکنا ہے، جلدی بتائیں۔"
"سبزی گوشت رکھا ہے، جو دل چاہے بنالو۔"
"میں سب بنالیتی ہوں، دو دن آپ کو کھانا پکانے سے فرصت مل جائے گی۔" میں کہتی ہوئی کچن میں آگئی تو کام کے ساتھ ساتھ میری سوچیں بھی بدلتی رہیں اور آخر میں احسن پر آکر ختم گئی تھیں۔

وہ فون پر میری باتوں سے پتا نہیں کیا سمجھا تھا جو اگلے دن سیدھا میرے پاس چلا آیا اور چھوٹتے ہی پوچھنے لگا۔
"کل کیا مسئلہ تھا؟"
"میرے ساتھ میری کزن کھڑی تھی۔" میں نے ہمیشہ کی طرح سکون سے جواب دیا۔
"تو......؟"
"تو ظاہر ہے، میں اس کے سامنے تم سے بات نہیں کرسکتی تھی۔"
"کیوں......ڈرتی ہو......؟" وہ میرے سکون سے جانے کیوں چڑتا تھا اور اکسانے کی کوششیں بھی کرتا۔
"ہاں۔" میرے اعتراف پر وہ جھنجلا گیا۔
"کیوں......؟"
"تم اور کوئی بات نہیں کرسکتے۔" میں نے ٹوکا تو وہ کچھ دیر بعد بولا۔
"نہیں...... میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم اتنی بزدل کیوں ہو......؟"
"تو جان لو کہ میں بزدل نہیں، بہت بہادر ہوں۔" میں نے زور دے کر کہا تو وہ ہنسنے لگا پھر ایک دم میری آنکھوں میں جھانک کر پوچھنے لگا۔
"میرے لیے اسٹینڈ لے سکتی ہو؟"
"ہاں......اگر میں چاہوں۔"
"کیوں نہیں چاہتیں......؟" اس نے فوراً ٹوکا۔
"وجہ...... میں تمہیں بتا چکی ہوں مجھے اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنا اچھا نہیں لگتا اور نہ میں والدین کے فیصلوں کو چیلنج کرنا پسند کرتی ہوں......تم پلیز مجھ سے ایسی کوئی توقع مت رکھو اور نہ مجھے اکسانے کی کوشش کرو۔" میں بہت سکون سے ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی کہ وہ ٹیبل پر ہاتھ مار کر بولا۔
"بس کرو...... میں تمہاری تقریر سننے نہیں آیا۔"
"تمہیں آنا ہی نہیں چاہیے جب تک تمہارے پروپوزل کا فیصلہ نہیں ہوجاتا۔" میں نے کہہ کر سر جھکا لیا۔
"ٹھیک کہتی ہو، مجھے واقعی پہلے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے جو اگر میرے حق میں ہوگیا تو......" وہ رک کر مجھے دیکھنے لگا تھا لیکن میں نے سر اونچا نہیں کیا تو وہ بھی بات ادھوری چھوڑ کر میرے کمرے سے نکل گیا تھا۔

اور اس کے بعد جب بھی وہ میرے کمرے میں آیا صرف آفیشل کام سے، اس کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہیں کی۔ جس پر مجھے اطمینان ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے برعکس عجیب سا لگنے لگا۔ اس کے اجنبی انداز پر اپنے آپ جھنجلانے لگتی اور شاید اسے متوجہ کرنے کی خاطر ہی میں جان بوجھ کر غلطیاں کرنے لگی تھی اور اس وقت مجھے کچھ اور نہیں سوجھا تو کھانے چلی گئی۔
"پانی۔" اس نے گلاس میرے سامنے رکھ دیا تھا۔
"تھینک یو......" میں نے دو گھونٹ لے کر اسے دیکھا لیکن وہ ٹیبل پر پھیلی شیٹ پر جھک گیا تھا۔
میرا دل چاہا بقیہ پانی اس کے سر پر انڈیل دوں اور جب اس پر عمل نہیں کرسکی تو جھنجلانے لگی۔ وہ اگر مجھے دیکھ نہیں رہا تھا تو بھی محسوس ضرور کررہا تھا......اس کے بعد متوجہ نہیں ہوا اور قدرے توقف سے ایک ڈیزائن پر پنسل سے مارک کرکے کہنے لگا۔
"اسے کمپیوٹر پر لگادیں۔"
"اور......"
"بس یہ ہی......" وہ کہہ کر چلا گیا تو میں کتنی دیر اس کے پیچھے دیکھتی رہی پھر کمپیوٹر آن کردیا لیکن کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ جو کام دے گیا تھا اسے مکمل کر پائی۔ اس کے بعد گھڑی دیکھنے لگی۔ حالانکہ ابھی صرف گیارہ بجے تھے اور میں یوں اس پر نظریں جمائے بیٹھی تھی جیسے یہاں سے نکلنے میں چند سیکنڈ زباقی ہوں۔ تب ہی میرے دروازے پر ہلکی ہلکی دستک ہونے لگی۔ پہلے تو میں سمجھی نہیں کہ یہ کیسی آواز ہے جب غور کیا تب بھی الجھ کر بولی۔
"یس......کم آن......"

دوسری طرف جیسے سنا ہی نہیں گیا اور دستک ہنوز جاری رہی۔ تب مجھے اٹھنا پڑا اور جیسے ہی دروازہ کھولا ایک چھوٹا سا بچہ میرے پیروں میں آن گرا جو غالباً دروازے کے ساتھ پیٹھ لگا کر آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ میں پہلے اچھل کر پیچھے ہٹی پھر بچہ دیکھ کر حیران تو ہوئی ہی لیکن فوراً اسے بازوؤں میں بھی اٹھالیا تو بچہ جو گرنے سے نہیں رویا تھا میری شکل دیکھ کر رونے لگا۔
"ارے، رے۔" میں اسے کندھے سے لگا کر چپ کروانے لگی لیکن وہ اور مچل گیا تب ہی باس غالباً اس کی آواز سن کر بھاگے آئے تھے اور مجھے ان کو دیکھ کر احساس ہوا کہ یہ گھر نہیں آفس ہے۔
"یہ......؟" باس نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ میں گھبرا کر بول پڑی۔
"پتا نہیں کس کا ہے۔"
"میرا ہے۔" انہوں نے بچے کو لینے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو بوکھلاہٹ میں، میں بجائے بچہ انہیں دینے کے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔
"سعد، سعد بیٹا۔" انہوں نے چٹکی بجا کر بچے کو پکارا تو ان کی آواز سنتے ہی بچے نے فوراً متوجہ ہوکر ان کی طرف بازو پھیلا دیے۔
"تانی بوائے۔" انہوں نے اسے لے کر سینے سے لگالیا پھر جاتے، جاتے بولے تھے۔
"اگر ڈیزائن تیار ہوگیا ہے تو لے آئیں۔"
"جی سر۔" میں جلدی میں سارے ڈیزائن سمیٹ کر ان کے پاس لے گئی تو مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرکے وہ انہیں دیکھنے میں لگ گئے اور میں ان کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگی جو ہر ڈیزائن کے ساتھ بدل رہے تھے یعنی کہیں پسندیدگی اور کہیں ناپسندیدگی اور اسی حساب سے میں بھی کہیں خوش ہورہی تھی کہیں مایوس۔ تب ہی ان کا بچہ قریب آکر میری کلائی پر بندھی گھڑی سے کھیلنے لگا......تو میں نہ صرف اس کی طرف متوجہ ہوئی بلکہ اسے پیار کرنے اور گدگدانے میں باس کی طرف سے میرا دھیان بالکل ہی ہٹ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جب انہوں نے پکارا تب میں چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔
"یس سر!"
"یہ آپ مسٹر احسن کو دکھادیں۔" انہوں نے چند ڈیزائن میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو میں انہیں دیکھنے کے بعد بولی۔
"سر...... یہ میں انہیں دکھا چکی ہوں لیکن شاید انہیں پسند نہیں آئے۔"
"ٹھیک ہے، میں خود ڈسکس کرلوں گا۔"
"میں جاؤں سر؟" میں نے پوچھا اور ان کے اثبات میں سر ہلانے پر کھڑی ہوئی تو بچہ میری طرف بازو پھیلا کر مچل گیا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے ٹوکتے یا اپنے پاس بلاتے میں اسے اٹھا کر بولی۔
"سر! یہ میرے پاس ہے۔"
"تنگ کرے تو لے آیئے گا۔" انہوں نے گویا اجازت دے دی اور میری ٹیبل پر یوں بھی اس وقت کوئی کام نہیں تھا۔ جب ہی میں بہت اطمینان سے سعد کے ساتھ مصروف ہوگئی۔ اس کا ایک ایک چیز پر انگلی رکھ کر پوچھنا کہ یہ کیا ہے اور معصوم سی ہنسی مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی میں اس کی حرکتوں پر حیران بھی ہورہی تھی کیونکہ قریب سے اتنا چھوٹا بچہ میں پہلی بار دیکھ رہی تھی گو کہ گھر میں ثریا بھابی کا بیٹا تھا لیکن وہ اس کے معاملے میں اتنی وہمی تھیں کہ زیادہ تر اسے

اپنے کمرے میں ہی بند رکھتیں۔ میری یا کسی کی بھی گود میں دینے سے کتراتی تھیں۔ اس لیے میں اور امی خود ہی محتاط رہتے۔

میرا پورا دن سعد کے ساتھ بہت اچھا گزرا تھا۔ پانچ بجے جب میں آفس سے نکلنے لگی تو میرا دل چاہا اسے بھی ساتھ لیتی جاؤں اور وہ بھی مجھے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تب باس میرے ساتھ باہر نکلے اور پہلے وہ اسے لے کر رخصت ہوئے پھر میں اپنے روٹ کی وین دیکھ کر سوار ہوئی تب راستے میں مجھے خیال... آیا کہ باس بچے کو آفس کیوں لے آئے تھے یعنی اس کی ممی کہاں ہیں۔

"شاید اس کی ممی نہیں ہیں۔" اس خیال کے ساتھ ہی میری ساری ہمدردیاں سعد کے ساتھ ہوگئیں۔ "بے چارہ معصوم بچہ، ماں کی آغوش سے محروم ہوگیا۔ اُف اللہ میاں کو ترس بھی نہیں آیا، اتنے سے بچے کی ماں لے لی۔" میں انہی سوچوں میں کڑھتی ہوئی افسردہ سی گھر آئی تو گھر میں احسن کی اماں موجود تھیں۔

"السلام علیکم!" میں سلام کر کے الٹے پیروں واپس مڑنے لگی تھی کہ انہوں نے پکار لیا۔

"ادھر آؤ بیٹی، میں تمہارے انتظار میں بیٹھی ہوں۔"

"جی۔" میں نے امی کو دیکھا اور ان کے اشارے پر احسن کی اماں کے پاس آ بیٹھی تو وہ غالباً بات کرنے کی غرض سے پوچھنے لگیں۔

"دفتر سے آ رہی ہو؟"

"جی۔"

"احسن بھی تو وہیں ہوتا ہے تمہارے ساتھ؟" انہوں نے سادگی سے کہا تھا اور میں امی کی موجودگی کے باعث پریشان ہوگئی لیکن بولی سہولت سے تھی۔

"پتا نہیں، میں نہیں جانتی۔"

"لیکن وہ تو تمہیں جانتا ہے اور اسی کے کہنے پر تو میں یہاں آئی ہوں۔" انہوں نے کہا تو میں انجان بن گئی۔

"اچھا۔"

"ہاں، آج چوتھی بار آئی ہوں۔" وہ کہہ کر امی کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

"بہن، آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"اس کے ابا آ جائیں، ان سے پوچھے گا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔" امی نے اپنی طرف سے معذوری ظاہر کر دی تو وہ پوچھنے لگیں۔

"کب تک آئیں گے اس کے ابا؟"

"آتے ہوں گے۔" امی نے کہا تو میں ابا کے آنے کے خیال سے فوراً اٹھ کر اپنے کمرے میں آ تو گئی لیکن کسی طرح اپنا دھیان اِدھر اُدھر نہیں کر سکی اور بس یہی سوچتی رہی کہ پتا نہیں ابا نے کیا سوچا ہے اور انہیں کیا جواب دیں گے گو کہ ہر دو صورتوں میں مجھے خاموشی سے سر جھکانا تھا پھر بھی میں جاننا چاہتی تھی کیونکہ احسن کی ناراضی نے مجھے بہت دل برداشتہ کر دیا تھا اور مجھے لگ رہا تھا کہ میں زیادہ دن اس کے سامنے خود کو انجان اور پُرسکون ظاہر نہیں کر سکوں گی اور میں اس کے سامنے بکھرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ میری عزتِ نفس یہ گوارا نہیں کر رہی تھی کہ میں اس کے سامنے بیلا کا مسئلہ رکھ کر صفائیاں پیش کروں۔ اس کے بعد یا تو وہ مجھ سے ہمدردی جتائے، احسان کرے مجھ پر یا دھتکار کر چلتا بنے۔ نہیں......!

اس کے برعکس جیسا کہ میں نے پہلے مقام پر ہی اسے سمجھا دیا تھا کہ میں اپنے والدین کے ہر فیصلے کو قبول کروں گی تو میں چاہتی تھی کہ اس سے پہلے کہ بیلا کی کہانی اس تک پہنچے ابا فیصلہ سنا دیں۔ آر یا پار میرا بھرم نہ ٹوٹے اور اس وقت سے رات سونے تک میں نے امی کی باتوں سے چہرے سے، یہ جاننے کی بہت کوشش کی کہ ابا نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے لیکن مجھے...کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

آج تیسرے دن بھی باس کا بچہ سعد میرے پاس تھا۔ جس کی وجہ سے میں کوئی کام نہیں کر پا رہی تھی۔ جہاں اس کی طرف سے توجہ ہٹتی وہ مچلنے لگتا۔ آخر میں نے سارا کام ایک طرف رکھ کر سعد کو اپنے سامنے ٹیبل پر بٹھا لیا اور پیپر ویٹ تھما کر اسے بہلانے لگی تو کچھ دیر وہ اس میں خوش ہوتا رہا پھر وہ ہی نہیں، میں بھی اکتا گئی تھی اور کسی دوسری چیز کی تلاش میں دراز کھولی تھی کہ احسن آ گیا اور بہت خاموشی سے بیٹھ کر کچھ دیر سعد کو دیکھتا رہا پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"تو اب تمہاری یہ ڈیوٹی ہے۔"

"اچھی ہے۔" میں قصداً مسکرائی تو اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

"کہیں مستقل گلے نہ پڑ جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا تو وہ بات بدل گیا۔

"باس اسے کیوں لے کر آتے ہیں؟"

"پتا نہیں، میں خود ہی سوچتی رہتی ہوں کہ شاید اس کی ممی......" میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ بول پڑا۔

"سب کے لیے سوچ سکتی ہو تم، ایک میرے لیے نہیں۔"

"تمہارے لیے۔" میں نے کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد پوچھا۔ "کیا سوچوں؟"

"یہی کہ میرے بارے میں تمہارے گھر والوں نے کیا سوچا ہے۔ آخر تمہارے ابا اتنی پس و پیش کیوں کر رہے ہیں، کیا چاہتے ہیں وہ؟" وہ زچ ہو کر بول رہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو پوچھنے لگا۔

"تمہارے گھر میں کون، کون ہے؟"

"کیوں؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں تاکہ اپنے طور پر سمجھ سکوں کہ تمہارے ابا کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔" اس نے کہا تو میں ذرا سا ہنس کر بولی۔

"میرے ابا کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے انہیں صرف میری شادی کرنی ہے۔"

"اور بہن، بھائی؟" اس نے حیران ہو کر دیکھا۔

"نہیں اور کوئی ذمے داری نہیں ہے ان پر۔ تم بتاؤ، اس روز تمہاری امی آئی تھیں انہیں کیا جواب دیا ابا نے؟" میں نے جواب کے ساتھ پوچھا۔

"پہلے کہا تھا سوچیں گے اور اس روز کہا اپنے بڑوں سے مشورہ کریں گے۔ کون ہے تمہارے ہاں بڑا...... دادا یا تایا وغیرہ؟" اس نے بھی جواب کے ساتھ پوچھا۔

"دادا، تایا تو نہیں ہیں، تائی جی ہیں۔" میں نے بتایا تو وہ حیرت سے بولا۔

"تمہارے ابا ان سے مشورہ کریں گے؟"

"کیوں، اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟" میرے ٹوکنے پر وہ جھنجلا گیا۔

"حیرت مجھے تم پر ہے جو بڑی سعادت مند بن رہی ہو، صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تمہیں مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔ بے وقوف بنا رہی ہو مجھے...."

"کیا واقعی تمہیں ایسا لگتا ہے؟" میرے لہجے میں جانے کیا تھا کہ وہ ایک دم خاموش ہوگیا پھر براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔

"سچ بتاؤں مجھے کیا لگتا ہے؟"

میرا دل یکبارگی بہت زور سے دھڑکا تھا پھر بھی میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو اس نے پہلے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی پھر دونوں بازو سینے پر باندھ کر بڑے آرام سے میری شخصیت پر چڑھے خول پر ضرب لگائی تھی۔

"تمہارے اندر خوف ہے...... کسی رسوائی کا۔"

"نہیں۔" مجھے اپنا لہجہ کمزور لگا تو میں نے گھبرا کر سعد کو چھیڑ دیا یعنی اس کے ہاتھ سے سنہری پین

لے لیا جس پر وہ مچلنے لگا۔
''اسے کیوں رُلا دیا؟'' اس نے ٹوکا تو میں اَن سُنی کر کے کھڑی ہوگئی اور سعد کو اٹھا کر بولی۔
''چلو، تمہیں تمہارے باپ کے پاس چھوڑ آؤں۔''
''جلدی آنا، میں انتظار کر رہا ہوں۔'' وہ یقیناً میری کیفیت بھانپ گیا تھا اور میں اسی بات سے ڈرتی تھی۔ جب ہی فوراً وہاں سے نکل کر باس کے کمرے میں آئی تو وہ فون پر جانے کس سے بات کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔
میں نے بیٹھتے ہی ٹیبل سے بسکٹ کا پیکٹ اٹھا لیا اور کھول... کر سعد کو کھلانے کے ساتھ بلا ارداہ ان کی باتیں سننے لگی تھی۔
''جیسا تم چاہتی ہو، سب کچھ ویسا ہی ہوگا۔''
''ہاں بس تم سارا سامان منگوالو، اس کے بعد تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔''
''ڈونٹ وری یار، میں ہوں ناں۔''
''سعد بہت آرام سے ہے۔''
''او کے، میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ فون رکھ کر سعد... کو دیکھنے لگے پھر مجھ سے بولے۔
''یہ بہت جلدی آپ سے مانوس ہوگیا ہے۔''
''جی۔'' میں یہی کہہ سکی تو وہ خاموش ہو کر کچھ دیر جانے کیا سوچتے رہے پھر اپنے آپ سے بولنے لگے۔
''کل سعد کی برتھ ڈے ہے اور اس کی ممی بہت پریشان ہو رہی ہیں۔ اصل میں ان کی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا ہوا ہے ورنہ وہ سارے انتظام خود کر لیتیں۔ اب چل نہیں سکتیں تو جھنجلا رہی ہیں۔ اگر آج کی تاریخ میں سارے کام ان کی مرضی کے مطابق نہیں ہوئے تو......'' وہ پریشان ہو رہے تھے اور میں جو توجہ سے ان کی باتیں سننے لگی تھی بلا ارادہ کہہ گئی۔
''سر میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں؟''
''آپ......؟'' انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا پھر یکلخت ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔
''ہاں آپ نے سعد کو بہلا لیا ہے یقیناً اس کی ممی کو بھی...... آئی مین وہ آپ کے کام سے ضرور مطمئن ہوں گی۔'' میں خاموشی سے دیکھنے لگی کہ وہ کیا کام بتاتے ہیں اور انہوں نے پہلے اپنے ڈرائیور کو بلوایا پھر مجھ سے کہنے لگے۔
''آپ سعد کو لے کر گھر چلی جائیں وہاں اس کی ممی آپ کو بتائیں گی کہ وہ برتھ ڈے پارٹی کے لیے کیسی ڈیکوریشن چاہتی ہیں اور پلیز آپ ان کی کسی بات کا برا نہیں مانیے گا۔''
''جی۔'' میں کچھ شش و پنج میں پڑ گئی کیونکہ یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ مجھے اپنے گھر بھی بھیج سکتے ہیں اور وہ مجھے اسی حساب سے کہنے لگے۔
''آپ کو دوبارہ آفس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہیں سے اپنے گھر چلی جایئے گا بلکہ ڈرائیور چھوڑ آئے گا۔''
''جی۔'' میں نے سعد کو لیے ہوئے اپنے کمرے سے بیگ اٹھایا پھر ڈرائیور کے پیچھے باہر نکل آئی اور شکر کیا کہ احسن... موجود نہیں تھا۔ ورنہ وہ ضرور ٹوکتا کیونکہ میرے چہرے سے گھبراہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ تمام راستہ بھی میں یہی سوچتی رہی کہ اگر ابا یا تائی جی کو معلوم ہوگیا کہ میں آفس سے کہیں اور گئی تھی تو یقیناً مجھے پھر گھر بٹھا دیا جائے گا۔
جب ڈرائیور نے گاڑی روکی اور اتر کر میری طرف کا دروازہ کھولا تو میں چونکی اور پھر سعد کی ممی کا سوچ کر پریشان ہوگئی کہ جانے وہ کس مزاج کی خاتون ہیں اور میرے ساتھ ان کا رویہ پتا نہیں کیا ہوگا۔
''زیادہ بک، بک کریں گی تو اسی وقت گھر چلی جاؤں گی۔ میں ان کی نوکر تھوڑی ہوں۔'' میں نے خود کو تسلی دی اور لاؤنج میں رک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی تو اپنے گھر میں آ کر سعد مچلنے لگا۔
''مما، مما!'' میں نے اسے گود سے اتار دیا اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے بیڈروم میں داخل ہوتے ہی میرے منہ سے زوردار چیخ نکلی تھی۔
''بیلا!''
''جیہ......!'' بیلا نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی کہ میں بھاگ کر اس کے اوپر جا گری اور رونے کے ساتھ اسے گالیاں بھی دینے لگی تھی۔
''منحوس، الو کی...... اچھا ہوا تیری ٹانگ ٹوٹ گئی۔'' بیلا آنسوؤں کے ساتھ ہنسے جا رہی تھی جبکہ سعد اس صورت حال سے گھبرا کر رونے لگا تھا لیکن مجھے اپنے رونے میں اس کی آواز سنائی ہی نہیں دی۔ تب بیلا نے زور سے میرے بازو میں چٹکی کاٹی۔
''میرے بچے کو دیکھو۔''
''تمہارا بچہ......'' میں نے بازو سہلاتے ہوئے بیلا کو دیکھا پھر ایک دم اچھل کر کھڑی ہوئی اور سعد کو بازوؤں میں بھر کر کھلکھلانے لگی تھی۔
''میں بھی کہوں، یہ مجھے اتنا اپنا، اپنا کیوں لگتا ہے۔ سچ بیلا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ ایک ہی ہے؟'' میں نے سعد کے پھولے گالوں پر چٹاچٹ پیار کرتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنس کر بولی۔
''فی الحال ایک ہی ہے۔''
''کتنے سال کا ہے؟''
''دو۔'' اس نے بتایا تو میں حیران ہوئی۔
''دو...... پھر یہ بولتا کیوں نہیں؟''
''اب بولنا شروع کیا ہے۔''
''لیکن ثریا بھابی کا بیٹا تو اس سے چھوٹا ہے اور وہ بہت بولتا ہے۔'' میں نے کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔
''یہ اپنے باپ پر گیا ہے، کم گو......''
''کہاں ہے اس کا باپ؟'' میں بھول ہی گئی تھی کہ میں یہاں کیسے اور کس لیے آئی تھی۔
''آفس۔'' بیلا بتا کر چونکی۔ ''ہائیں سعد بھی تو وہیں تھا۔''

”میرے ساتھ آیا ہے۔“میں بھی اس کی طرح بتا کر چونکی تھی پھر سمجھ کر بولی۔”میں اس کے باپ کے آفس میں جاب کرتی ہوں۔ ابھی انہوں نے ہی مجھے یہاں بھیجا ہے کہ میں اس کی برتھ ڈے پارٹی کا انتظام کردوں۔“

”اچھا ہاں ابھی حماد کا فون آیا تھا، بتا رہے تھے انہوں نے تمہیں بھیجا ہے۔“اس نے کہا پھر بہت سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

”تائی جی مر گئیں کیا؟“

”اللہ نہ کرے۔“میں نے بے اختیار کہا تو اس کی سنجیدگی میں حیرت بھی شامل ہوگئی۔

”پھر تم جاب کیسے کررہی ہو؟“

”کیوں؟“ میں اس کا مطلب سمجھ کر بھی انجان بن گئی تو اس بار اس نے تائی جی والا سوال کچھ اس طرح گھما دیا۔

”ابا تو زندہ ہیں ناں؟“

”اللہ کا شکر ہے، تم کیسی باتیں کررہی ہو۔“ میں نے برا مان کر ٹوکا۔

”میں ایسی ہی باتیں سوچ سکتی ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے ان چار سالوں میں وہاں کچھ بھی نہیں بدلا ہوگا۔ ابا اسی طرح تائی جی کے غلام ہوں گے اور جب وہ ان کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے تو تم......“

”میں بھی نہیں کرسکتی۔“میں نے کہا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

”پھر......؟“

”پھر یہ کہ میں تائی جی کی مرضی حاصل کرلیتی ہوں۔ ان کے سامنے معصوم، مسکین بنی رہتی ہوں۔ ان کی ہاں میں ہاں ملاتی ہوں اور یوں ظاہر کرتی ہوں جیسے میں اپنا سب سے بڑا ہمدرد اور خیر خواہ انہیں ہی سمجھتی ہوں وغیرہ، وغیرہ۔“میں نے یوں بتایا جیسے بیلا میری چالاکی کو سراہے گی لیکن وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

”پکی بے غیرت ہو۔“

”کیوں، بے غیرتی کی کیا بات ہے؟“

”شرم نہیں آتی تمہیں، جس عورت نے ہماری ماں کو گھر تو گھر اس کی اولاد کے معاملے میں بھی بے دخل کردیا، تم اس کی خوشامد کرتی ہو۔“ بیلا باقاعدہ مجھے ڈانٹنے...لگی تھی۔

”مجبوری ہے، خیر چھوڑو ان باتوں کو تم اپنی سناؤ۔“میں نے بات کا رخ اس کی طرف موڑا تو اس نے پہلے گہری سانس کھینچ کر گویا خود کو تائی جی کے شکنجے سے آزاد کیا پھر مسکرا کر بولی۔

”کیا سناؤں، مزے میں گزر رہی ہے۔“

”وہ تو میں دیکھ رہی ہوں۔ مجھے اس وقت سے بتاؤ جب تم گھر سے نکلی تھیں تو آگے تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟“میں اپنی گود میں سوئے سعد کو اس کے برابر لٹا کر یوں بیٹھ گئی جیسے اب وہ مجھے طویل داستان سنائے گی لیکن وہ بڑے آرام سے بولی تھی۔

”کچھ نہیں، ہونا کیا تھا۔ میں سیدھی حماد کے گھر آگئی تھی اس کے ممی، ڈیڈی کو سارے حالات بتائے تو انہوں نے اسی وقت چار آدمی بلا کر میرا حماد کے ساتھ نکاح پڑھوا دیا۔ زندگی میں بظاہر کوئی کمی نہیں ہے لیکن یہ میں جانتی ہوں، میری خوشی مکمل نہیں ہے۔ زندگی میں والدین کی کمی تو محسوس ہوتی ہے۔“

”ماشاء اللہ، کیا بات ہے تمہاری......خود تو ہنسی خوشی رہنے لگیں اور پیچھے ہمارے لیے عذاب چھوڑ آئیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جو تائی جی، امی کو تمہارا طعنہ نہ دیتی ہوں۔ میں الگ تمہاری وجہ سے ریجیکٹ ہورہی ہوں لیکن مجھے اس کی پروا نہیں ہے البتہ امی......انہیں یہ غم دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے کہ میں کبھی اپنے گھر کی نہیں ہوسکوں گی۔“میں اسے ملامت نہیں کرنا چاہتی تھی جب ہی سیدھے سادے انداز میں بتایا تو وہ تاسف سے بولی۔

”ہاں، تائی جی کے ہوتے تو یہ واقعی ناممکن





ہے۔“تب ہی حماد آگئے اور مجھے اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر حیرت سے بولے۔

”آپ نے ابھی تک کچھ نہیں کیا؟“

”حماد! یہ جیہ ہے۔“ مجھ سے پہلے بیلا بول پڑی۔”جیہ......میری بہن۔“

”تمہارا مطلب ہے......“حماد مجھے دیکھنے لگے۔”ہاں مجھے تو جیسے معلوم تھا۔“

”کیوں، میں اتنا ذکر کرتی ہوں اس کا پھر بھی آپ نے نہیں پہچانا۔“

”اب پہچان لیتا ہوں۔“حماد میرے سامنے آبیٹھے اور بغور مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔”تو تم جیہ ہو، میری پیاری بیوی کی پیاری بہن...... مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ خاص طور پر اپنے گھر میں دیکھ کر زیادہ خوش ہوں۔“

”تھینک یو، مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ آپ دونوں خوش ہیں۔“میں نے شکریے کے ساتھ کہا پھر اچانک خیال آنے پر پوچھا تھا۔”آپ کے ممی، ڈیڈی کہاں ہیں؟“

”وہ امریکا گئے ہوئے ہیں۔ وہاں میری بڑی سسٹر ہیں ان کے پاس......ویسے تمہیں یاد ہیں میری ممی، ڈیڈی؟“

”جی وہ آئے تھے ہمارے ہاں۔“

”ہاں، وہ بیلا کو ان کا مایوس لوٹنا اچھا نہیں لگا تھا جب ہی خود چل کر آگئی۔“انہوں نے شرارت سے بیلا کو دیکھا پھر پوچھنے لگے۔”کچھ کھانا وانا بھی کھلایا جیہ کو یا یونہی باتوں سے پیٹ بھر رہی ہو؟“

”آپ آگئے ہیں ناں، آپ کھلائیں گے میں تو چل نہیں سکتی۔“ بیلا نے کہا تو مجھے اب خیال آیا۔

”بیلا، تمہاری ٹانگ کے ساتھ کیا حادثہ ہوا؟“

”واش روم میں پھسل گئی تھی۔ معمولی فریکچر ہے پھر بھی دو ہفتے لگیں گے۔“

”مجھے بتائیں حماد بھائی کچن کہاں ہے، میں بنا دیتی ہوں۔“ انہوں نے دروازہ کھول کر وہیں سے کچن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو میں کمرے سے نکل آئی۔

شام تک میں وہیں رہی اور میں نے بیلا کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ سعد کی برتھ ڈے اس کی ٹانگ کا پلاسٹر اترنے کے بعد ہی ہوگی۔ حماد بھائی بھی یہی چاہتے تھے لیکن بیلا جانے کیوں بضد تھی بہرحال اس نے میری بات مان لی تھی پھر اگلے روز آنے کا کہہ کر میں نے اس سے اجازت لی تو حماد بھائی خود مجھے گھر تک ڈراپ کرگئے تھے حالانکہ میں نے بہت منع کیا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں ابا نہ دیکھ لیں لیکن شکر ہے اس وقت تک ابا آفس سے نہیں لوٹے تھے پھر بھی میں پہلے سیدھی اپنے کمرے میں گئی اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد امی کے پاس آئی تو وہ روزانہ کی طرح میری خیریت سے واپسی پر شکر کررہی تھیں۔ پتا نہیں ان کا سارا دن کیسے گزرتا تھا بہرحال میں اس وقت بیلا سے مل کر خوش تھی جب ہی امی کو سلام کرنے کے ساتھ ان سے لپٹ گئی اور ان کے کان میں بولی۔

”بڑی اچھی خبر ہے امی۔“

”کیا؟“ وہ مجھے خود سے الگ کرکے میرا چہرہ دیکھنے لگیں تو میں خوش ہوکر بولی۔

”بیلا اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔“

”بیلا......!“امی کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔

”ہاں امی، آج میری اچانک اس سے ملاقات ہوگئی۔ وہ حماد بھائی کے ساتھ بہت خوش ہے۔ اس کا ایک بیٹا بھی ہے سعد ماشاء اللہ بہت پیارا ہے۔“ خوشی سے جہاں میری آواز کھنک رہی تھی وہاں آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے اور امی گھبرا گھبرا کر کبھی مجھے دیکھتیں کبھی دروازے سے باہر نظر ڈالتیں۔ آخر انہوں نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مت نام لو اس کا، تمہارے ابا نے سن لیا تو زبان کھینچ لیں گے تمہاری۔''

''امی!'' میں نے اپنے ہونٹوں سے ان کا ہاتھ ہٹا کر پوچھا۔ ''آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟''

''آنسو پونچھ کر کچن میں جاؤ۔'' امی میری بات کا جواب دینے کے بجائے ٹوک کر الماری کھول کر کھڑی ہوگئیں تو میں دوپٹے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے ان کے کمرے سے نکل آئی تھی پھر رات میں سب کاموں سے فارغ ہو کر جب میں معمول کے مطابق تائی جی کے کمرے میں حاضری دینے گئی تو پہلی بار میں نے خود سے بیلا کا ذکر چھیڑ دیا۔

''تائی جی! کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے پتا نہیں بیلا کہاں ہوگی؟'' میں نے کہا تو تائی زہرخند شروع ہوگئیں۔

''رُل رہی ہوگی کہیں۔ ارے ایسی لڑکیوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ جس کے لیے گھر چھوڑ کر گئی تھی، اس نے بھی دھتکار دیا ہوگا۔ غیرت والی تو تھی نہیں جو کہیں ڈوب مرتی۔ پتا نہیں کہاں کہاں منہ کالا کر رہی ہوگی۔''

''میں بھی یہی سوچتی ہوں۔'' میں نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے کہا۔

''اچھا ہوا دفعان ہوئی، یہاں رہتی تو تمہیں اور شہنی کو بھی خراب کرتی۔''

''ارے ہاں تائی جی، وہ شہنی جاب کے لیے کہہ رہی تھی۔'' میں نے موضوع بدل دیا اور پھر کچھ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد ان کے پاس سے اٹھ آئی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن میں وقت سے بہت پہلے آفس پہنچ گئی کیونکہ مجھے بیلا کے پاس جانے کی جلدی تھی۔ کل اس کے ساتھ یہی طے ہوا تھا کہ حماد بھائی مجھے ڈرائیور کے ساتھ گھر بھجوا دیں گے لیکن یہ میں بھول ہی گئی تھی کہ حماد بھائی دس بجے آفس آتے تھے اور ان کے آنے تک میں نے سوچا کچھ کام ہی کرلوں

لیکن اسی وقت احسن آگیا اور میرے سامنے بیٹھ کر بہت چبھتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے کچھ دیر نظرانداز کرنے کے بعد آخر ٹوک دیا تو وہ مزید پیشانی پر شکنیں ڈال کر بولا۔

''تم بتاؤ؟''

''کیا بتاؤں؟'' میں نے سکون سے اسے دیکھا تھا۔

''کل کہاں گئی تھیں؟'' اس کا لہجہ بھی چبھتا ہوا تھا۔

''باس کے گھر۔'' میں ہنوز پُرسکون تھی۔

''کیوں؟''

''کچھ کام تھا۔''

''تمہیں؟''

''نہیں انہیں۔''

''کیا کام؟'' وہ اب مشکوک ہوگیا تھا جس پر میں سلگ گئی۔

''تم ایسے سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''میری بات کا جواب دو۔''

''نہیں دے رہی۔'' میں نے چڑ کر کہا تو وہ طنز سے بولا۔

''تمہارے پاس جواب ہی نہیں ہے۔''

''میرے پاس جواب ہے یا نہیں، تمہیں میں مزید اطلاع دے رہی ہوں کہ ابھی میں پھر باس کے گھر جاؤں گی۔'' میں نے چبا، چبا کر کہا تو اس نے فوراً ہونٹ بھینچ کر غالباً خود کو کیوں کہنے سے روکا تھا پھر اسی طرح اٹھ کر جانے لگا کہ اسی وقت حماد بھائی دروازہ کھول کر بولے۔

''ہیلو جیہ! تم تیار ہو؟''

''جی۔'' میں کھڑی ہوگئی۔

''جاؤ، میں نے ڈرائیور سے کہہ دیا ہے۔'' وہ کہہ کر چلے گئے تو میں نے یونہی دراز کھول لی اور اس





میں ہاتھ مارتے ہوئے انتظار کرنے لگی کہ احسن کچھ کہے گا لیکن وہ کچھ بولا نہ ہی وہاں سے گیا جس سے مجھے الجھن ہونے لگی تھی۔ ناچار بیگ اٹھا کر اس کے سامنے ہی باہر نکل آئی تو مزید مجھ پر جھنجلاہٹ بھی سوار ہوگئی تھی۔

بیلا شدت سے میری منتظر تھی، چھوٹتے ہی پوچھنے لگی۔

''امی نے میرے بارے میں پوچھا تھا؟''

''ہاں۔'' میں اسے مایوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے جھوٹ بول کر فوراً سعد کو اٹھا لیا تو وہ میرا دوپٹا کھینچ کر بولی۔

''اِدھر میرے پاس بیٹھو ناں اور مجھے بتاؤ، میرا سن کر امی کی کیا کیفیت ہوئی؟''

''رونے لگیں خوشی سے۔'' میں آرام سے بیٹھ کر بتانے لگی۔ ''پھر تم سے ملنے کو بے چین ہوگئیں لیکن بے چاری مجبور ہیں۔ تم جانتی ہو ابا کو اور ان ہی کے ڈر سے وہ تمہارا نام بھی نہیں لیتیں لیکن پھر بھی کہہ رہی تھیں کہ کبھی موقع ملا تو تمہارے پاس ضرور آئیں گی۔''

''ایمان سے میرا بھی بہت دل چاہتا ہے.....'' بیلا نے کہا تو مجھے غصہ آگیا۔

''کیا دل چاہتا ہے۔ چار سالوں میں کبھی فون تو کیا نہیں اور دل چاہتا ہے۔''

''فون نہیں کروں گی۔'' اس نے اب بھی منع کیا۔

''کیوں؟''

''کیونکہ میں نے قسم کھالی تھی کہ میں خود سے کوئی رابطہ نہیں کروں گی جب تک ابا کو خود احساس نہیں ہوگا اور وہ میرے پاس آئیں گے۔ میں اس گھر سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گی۔''

''یہ تو تم بھول جاؤ کہ ابا کو کبھی احساس ہوگا۔ اگر ہونا ہوتا تو جب تم نے گھر چھوڑا تھا اسی وقت ہو جاتا اور پھر وہ میرے معاملے میں بھی نرم پڑ جاتے لیکن وہ اب بھی ویسے ہی ہیں۔'' میں نے کہا تو وہ

کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''میں بھی ان ہی کی بیٹی ہوں۔ میں ان کی مرضی پر سر جھکا دیتی اگر یہ واقعی ان کی مرضی ہوتی لیکن وہ تو تائی کی زبان بولتے ہیں۔ اس وقت بھی انہوں نے حماد کو ناپسند نہیں کیا تھا بلکہ تائی جی کے کہنے پر منع کیا تھا البتہ امی کا خیال آتا ہے لیکن پھر میں سوچتی ہوں کہ اگر میں ان کی خاطر اس وقت عدنان سے شادی کر لیتی تب امی اور دکھی ہوتیں۔ اب کم از کم انہیں یہ اطمینان تو مل جائے گا کہ میں خوش ہوں، ہے ناں!'' وہ آخر میرا ہاتھ ہلا کر مسکرائی تھی پھر پوچھنے لگی۔

''عدنان کی شادی ہوگئی؟''

''نہیں وہ یہاں نہیں ہوتے۔ دو سال پہلے کویت چلے گئے تھے۔ اب سن رہی ہوں آنے والے ہیں اور شاید اب تائی جی ان کی شادی کردیں۔'' میں نے بتایا تو وہ فوراً پوچھنے لگی۔

''تمہارے ساتھ کرنے کا تو نہیں سوچ رہیں؟''

''اللہ نہ کرے جو انہیں کبھی یہ خیال آئے۔'' میں نے دہل کر کہا تو وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

''اور اگر آگیا تو کیا کرو گی؟''

''پتا نہیں۔'' میں اچانک آزردگی میں گھر گئی تھی۔

''تمہیں کوئی اور پسند ہے کیا؟'' وہ اب نرمی سے پوچھ رہی تھی جب ہی میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تو وہ میرا ہاتھ دبا کر مسکرائی۔

''تمہارے آنسو بتا رہے ہیں کہ کوئی ہے، کون ہے؟'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئی۔ جب میں نے آنسو صاف کر لیے تب اصرار سے پوچھنے لگی۔

''بتاؤ ناں، کون ہے؟''

''احسن۔'' میں نظریں جھکائے بتانے لگی۔ ''حماد بھائی کے آفس ہی میں ہوتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنی اماں کو بھی بھیج چکا ہے لیکن اِدھر ابا نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا بلکہ

تائی جی ہی فیصلہ کریں گی۔"

"جو تمہارے حق میں نہیں ہوسکتا۔" بیلا نے فوراً کہا پھر قدرے توقف سے پوچھنے لگی۔

"یہ بتاؤ، تم نے کیا سوچا ہے؟"

"کچھ نہیں، میں کچھ نہیں سوچ سکتی۔" میں نے بے بسی سے کہا تو وہ ڈانٹنے لگی۔

"پاگل مت بنو، جب پتا ہے کہ تائی جی تمہارا بھلا نہیں چاہتیں تو پھر تمہیں خود سوچنا ہے۔ مظلوم بن کر سر جھکا دینے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، تمہاری اپنی زندگی خراب ہوگی سمجھیں!"

"بس خاموش رہو، جب میں نے ہر قسم کے حالات سے سمجھوتا کرنے کا سوچ لیا ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے ناراضی سے کہا تو اس نے گہری سانس کی صورت مجھ پر تاسف کا اظہار کیا تھا۔

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا۔ ناشتے کے بعد ابا، تائی جی کے پورشن میں چلے گئے تب امی میرے پاس آ کر بیلا کے بارے میں پوچھنے لگیں۔ میں نے انہیں وہی پہلی ملاقات کا احوال تفصیل سے سنا دیا البتہ یہ نہیں بتایا کہ میں اس کے گھر گئی تھی اور نہ یہ کہ میں حماد بھائی کے آفس میں کام کرتی ہوں۔ اس کے برعکس سرِراہ ملاقات ظاہر کی اور زیادہ اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنی زندگی میں بہت خوش اور مطمئن ہے جس سے ظاہر ہے امی کو مطمئن ہی ہونا تھا اور کتنی بار ان کے منہ سے شکر کے الفاظ نکلے تھے۔ اس کے بعد میری فکر کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"پتا نہیں تمہارے باپ نے تمہارے بارے میں کیا سوچا ہے۔ کل بھی احسن کی امی آئی تھیں کچھ دیر میرے پاس بیٹھیں پھر تمہاری تائی جی کے پاس چلی گئیں۔"

"تائی جی کے پاس؟" میں پریشان ہوگئی اور گو کہ میں طے کر چکی تھی کہ اس معاملے میں کچھ نہیں بولوں گی لیکن امی نے بات ہی ایسی کی تھی کہ مجھے کہنا پڑا۔

"آپ نے کیوں جانے دیا انہیں؟"

"خود ہی کہہ رہی تھیں کہ آپ کے میاں اگر بھاوج کی بات مانتے ہیں تو میں ان ہی کے سامنے دامن پھیلا دیتی ہوں۔" امی نے کہا تو میں نے الجھ کر پوچھا۔

"انہیں کس نے بتایا کہ ابا، بھاوج کی بات مانتے ہیں؟"

"خود تمہارے ابا نے اس روز کہا تھا کہ وہ بھاوج سے مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ جب ہی کل وہ اُدھر ہی چلی گئیں۔ اب وہاں پتا نہیں کیا باتیں ہوئیں۔" امی تشویش سے بولیں تو مجھے انہیں تسلی دینی پڑی۔

"آپ کیوں فکر کرتی ہیں، جو قسمت میں لکھا ہوگا وہی ہوگا۔"

"پتا نہیں قسمت میں کیا لکھا ہے۔" امی نے گہری آہ کھینچی پھر اٹھتے ہوئے بولیں۔

"تم تو آج کپڑے دھوؤ گی میں کھانا بنا لیتی ہوں۔"

"آپ رہنے دیں، میں کر لوں گی سب۔"

میں بھی سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی لیکن کسی طرح خود کو یہ کہہ کر نہیں بہلا سکی کہ جو قسمت ہوگا وہی ہوگا۔ اس کے برعکس یہ خیال زور آور تھا کہ تائی جی نے ضرور میرے بارے میں کچھ الٹا سیدھا کہا ہوگا اور یہ تو کل احسن ہی سے معلوم ہوسکتا تھا اور کل کوئی بہت دور نہیں تھی لیکن وقت بھی جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔

میں سارے کاموں سے فارغ ہوگئی۔ یہاں تک کہ اگلے دن کے کپڑے بھی استری کر لیے لیکن سوچ کا سفر تمام نہیں ہورہا تھا۔ عجیب سی بے کلی جس میں پریشانی بھی شامل تھی اور اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں جو اتنے آرام سے احسن سے کہہ دیتی ہوں کہ میرے والدین جو فیصلہ کریں گے۔ مجھے اسی پر سر جھکانا ہے تو یہ کتنا مشکل ہے۔





اس وقت میرا بھی یہی دل چاہ رہا تھا کہ میں بیلا کی طرح ابا کے مقابل جا کھڑی ہوں اور گو کہ مجھ میں اتنا حوصلہ تھا لیکن امی کو چھوڑ کر خوش نہیں رہ سکتی تھی۔ شاید میرے اندر بیلا کی طرح کا یقین نہیں تھا۔ اس کے برعکس ہزار ہا اندیشے تھے۔ کچھ دیر کے لیے میں امی سے نظریں چرا کر سوچتی رہی۔

"ہوگا کیا، میں سیدھی احسن کے پاس چلی جاؤں گی اور ہم شادی کر کے ہنسی خوشی رہنے لگیں گے۔"

"ہنسی خوشی......" میرا دل ڈوبنے لگا تھا جس سے میں مزید خائف ہوگئی حالانکہ مجھے جتنا اپنے جذبوں پر یقین تھا اسی قدر احسن کی محبت پر لیکن میں...... میں صرف سوچ سکتی تھی عمل کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا کیونکہ میں زیادہ دیر امی کی طرف سے نظریں نہیں چرا سکتی تھی۔ اس لیے اس رات میں بس یہی دعا کرتی رہی کہ اللہ تائی جی کے دل میں ہمارے لیے رحم ڈال دے لیکن تائی جی کے دل پر تو گویا مہر لگ چکی تھی جو انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ان کی بیٹی بھی موجود ہے اور میرے بارے میں احسن کی اماں سے جانے کیا کچھ کہہ ڈالا کہ اگلے روز وہ مجھ سے بہت متنفر اور اکھڑا، اکھڑا سا تھا۔

ایک دو بار میں نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن جس طرح اس نے ناگواری سے دیکھا اس سے پہلے مجھے غصہ آیا پھر دکھ...... اور دکھ اس بات کا تھا کہ جو کچھ تائی جی نے کہا، اس نے یقین کر لیا تھا...... مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ آیا سچ کیا ہے اور اس بات نے مجھے اتنا دل برداشتہ کیا کہ میں اسی وقت جاب چھوڑنے کا سوچ کر حماد بھائی کے پاس چلی آئی۔

"میں گھر جارہی ہوں۔" میں نے کہا تو وہ گھڑی دیکھ کر بولے۔

"بس ابھی ڈرائیور آنے والا ہے۔"

"میں اپنے گھر جانے کی بات کر رہی ہوں اور آئندہ یہاں کبھی نہیں آؤں گی۔" میں نے زور دے کر کہا تو وہ چونک کر دیکھنے لگے۔

"خیریت؟"

"بس...... میں جاب چھوڑ رہی ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ اور آرام سے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" وہ اپنا کام چھوڑ کر یوں بیٹھ گئے جیسے میری پوری داستان سننے کو تیار ہوں اور مجھے کچھ نہیں سنانا تھا جب ہی روٹھے لہجے میں بولی۔

"میرا یہاں سے دل اچاٹ ہوگیا ہے۔"

"اچھا، ابھی تو تم بیلا کے پاس جاؤ اس کے بعد جب تمہارا دل چاہے آ جانا۔" انہوں نے کہہ کر بیل کا بٹن دبایا اور پیون کے آنے پر پوچھنے لگے۔

"گاڑی آ گئی؟"

"جی سر۔" انہوں نے پیون کا جواب سن کر اسے جانے کا اشارہ کیا پھر مجھ سے بولے۔

"جاؤ، بیلا تمہارا انتظار کر رہی ہوگی اور ہاں اسے بتا دینا کہ تم جاب چھوڑ رہی ہو ساتھ ہی وجہ بھی بتانا۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔" میں کہہ کر ان کے کمرے سے نکل آئی اور بیگ لینے کے لیے اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں احسن کو دیکھ کر اب میری پیشانی پر بل پڑ گئے لیکن میں کچھ بولی نہیں خاموشی سے اپنا بیگ لے کر واپس پلٹی تھی کہ وہ میرے سامنے آ گیا۔

"کہاں جارہی ہو؟"

"تمہیں کیا، میں کہیں بھی جاؤں۔" میں نے ترخ کر کہا تو وہ طنز سے بولا۔

"بہت اونچا اڑنے لگی ہو۔"

"میری پرواز ہمیشہ سے ایسی ہے۔" میں نے کہہ کر قدم آگے بڑھایا تو وہ فوراً دروازہ بند کر کے اس کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوگیا اور بہت چبھتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ یہ آفس

ہے۔'' میں نے جھنجلا کر کہا تو وہ جتا کر بولا۔
''تم بھی تو بھول جاتی ہو کہ گھر سے آفس آئی تھیں پھر یہاں سے کہیں اور جانے کا مطلب...... کیا تمہارے گھر والوں کو معلوم ہے۔''
''ہاں۔'' میں نظریں چرا گئی۔
''جھوٹ بولتی ہو تم اور تم نے مجھ سے بھی جھوٹ بولا کہ تم اپنے والد کی واحد ذمے داری ہو جبکہ تمہاری بہن......'' وہ جانے کیا کہتا کہ میں بول پڑی۔
''میری بہن کی شادی ہو چکی ہے۔''
''ایک اور جھوٹ۔'' اس نے کہا تو میں غصے سے بولی۔
''ہاں، میری ہر بات جھوٹ ہے یہ بھی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں سب جھوٹ تھا، سب جھوٹ ہے۔''
''اور سچ کیا ہے؟''
''وہی جو تم جان گئے ہو اور اب پلیز میرے سامنے سے ہٹ جاؤ ورنہ......'' وہ میری دھمکی سے پہلے ہی ایک طرف ہٹ گیا تو میں فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی اور اب میرا بیلا کے پاس جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کوئی مجبوری بھی نہیں تھی پھر بھی پتا نہیں کیوں میں اس کے پاس آ گئی تھی۔
''کیا ہوا؟'' بیلا نے میری شکل دیکھتے ہی ٹوکا۔ ''کسی سے لڑ کر آ رہی ہو۔''
''ہاں...... اور اب میں تم سے لڑوں گی تم بہت بری ہو بیلا۔'' میں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی تو وہ مجھے گلے لگانے کو آگے بڑھی لیکن میں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔
''تم میری بہن نہیں ہو، تم انتہائی خود غرض ہو۔ گھر سے نکلتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچا کہ تمہاری غلطی کی سزا مجھے بھگتنی پڑے گی۔''
''کیا ہوا، تائی جی نے احسن کو ریجیکٹ کر دیا؟'' بیلا نے سمجھ کر کہا۔
''وہ ریجیکٹ نہیں کرتیں، مجھے ریجیکٹ کرواتی ہیں۔ تمہاری داستان سنا کر اور اس سے پہلے مجھے افسوس نہیں ہوتا تھا لیکن احسن......'' میں پھر رو پڑی تو وہ افسوس سے بولی۔
''چہ...... چہ اس شخص کے لیے رو رہی ہو جس کی محبت پانی کے بلبلے جیسی تھی۔'' پھر مجھے کھینچ کر اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ تم خود احسن کو سارے حالات بتا دو لیکن تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھو تائی جی، پتا نہیں کس انداز سے اور کیا، کیا کہا ہے کہ اس نے تمہیں ریجیکٹ کر دیا اور افسوس تو ابا پر ہے جو اب بھی نہیں سمجھ رہے۔ خیر چھوڑو یہ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔ اگر کہو تو میں احسن سے بات کروں؟''
''نہیں۔'' میں نے فوراً منع کیا۔ ''اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو پھر ساری زندگی میری صورت کو ترستی رہو گی۔''
''کیوں منع کر رہی ہو؟''
''بس کر رہی ہوں۔'' میری ضد پر وہ کندھے اچکا کر بولی۔
''تمہاری مرضی۔'' پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''چلو جا کر منہ ہاتھ دھوؤ میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔''
''سعد کہاں ہے؟'' مجھے واش روم کی طرف جاتے ہوئے اچانک سعد کا خیال آیا تھا۔
''اسے حنا اپنے ساتھ لے گئی ہے۔''
''یہ حنا کون ہے؟''
''پڑوس میں رہتی ہے۔''
''اچھا، تم سعد کو لے آؤ۔'' میں کہہ کر واش روم میں بند ہو گئی پھر سارا دن وقفے، وقفے سے بیلا مجھے منانے کی کوشش کرتی رہی کہ میں اسے احسن سے بات کرنے دوں لیکن مجھے بھی ضد ہو گئی تھی۔ میں اپنی اسی بات پر اڑی رہی تو آخر وہ مایوس ہو کر بولی تھی۔
''چلو جانے دو اسے، اب میں تمہارے لیے اچھا سا لڑکا دیکھوں گی۔''





☆☆☆

کل میں حماد بھائی سے کہہ کر آئی تھی کہ میں جاب چھوڑ رہی ہوں اور ابھی میرا آفس جانے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ اس لیے میں دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن نیند آ کے نہیں دی۔ تب میں جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئی گو کہ آٹھ بج چکے تھے پھر بھی میں تیار ہو گئی۔ اس کے بعد آرام سے ناشتا کیا کیونکہ اب دیر ہونے پر سرزنش کا ڈر نہیں تھا۔ اس لیے میں اطمینان سے نو بجے گھر سے نکلی تھی اور جب آفس پہنچی تو پہلے حماد بھائی کے کمرے میں جھانک کر انہیں سلام کیا تو وہ تحکم سے بولے۔
''اندر آؤ۔''
''جی۔'' میں ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تو ڈانٹ کر بولے۔
''یہ تمہارے آنے کا وقت ہے، دس بج رہے ہیں۔''
''سوری، میں تو آنا ہی نہیں چاہتی تھی پھر خیال آیا گھر بیٹھ کر کیا کروں گی۔'' میں نے کہا تو وہ تاسف سے بولے۔
''تو تم گھر کے کاموں سے بچنے کے لیے جاب کرتی ہو؟''
''جی نہیں، میں کام چور نہیں ہوں۔ یہاں سے جا کر کھانا پکاتی ہوں۔''
''ماشاء اللہ اب ذرا یہاں کے کام بھی دیکھ لو۔ وہ کیا نام ہے ان کا مسٹر احسن کتنی دیر سے پریشان ہو رہے ہیں۔'' انہوں نے کہا تو میں نے ٹھٹک کر پوچھا۔
''کیوں؟''
''ان کی فائل غالباً تمہارے پاس ہے اور ہاں مجھے کاٹن فیبر کس کے لیے جلدی کچھ اچھے ڈیزائن تیار کر کے دو۔''
میں ان کا حکم سن کر اپنے روم میں آ گئی اور پہلے احسن کی فائل تلاش کر کے سامنے ٹیبل پر رکھی تا کہ آئے تو اسے دیکھتے ہی لے کر چلتا بنے کیونکہ کل کی تلخ کلامی کے بعد اب میں اس سے بالکل بھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یوں بھی فیصلہ ہو چکا تھا اور میں اس سے پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ میں کوئی احتجاج نہیں کروں گی اور اب تو شاید وہ مجھے اکسائے گا بھی نہیں کیونکہ تائی جی نے بیلا کے بارے میں بتا کر اسے بھی متنفر کر دیا تھا اور مجھے دکھ اسی بات کا تھا کہ محبت کے پہلے امتحان میں ہی وہ ناکام ہو گیا تھا۔ بہر حال کچھ دیر بعد وہ آ گیا اور پہلی نظر میں اپنی فائل دیکھ کر اٹھا بھی لی لیکن پھر جانے کیا ہوا کہ جاتے، جاتے پلٹ آیا تھا۔
''سنو، میں اپنے کل کے رویے پر تم سے معافی مانگتا ہوں۔'' اس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تو میں بہت خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔
''آئی ایم سوری، مجھے تم سے اس طرح بات کرنے کا کوئی حق نہیں تھا اور نہ ہی میں تمہارے کسی عمل پر تمہیں سرزنش کرنے کا حق رکھتا ہوں۔'' میں اب بھی خاموش رہی یوں بھی اس نے کوئی جواب طلب بات نہیں کی تھی۔ وہ شاید مجھے بلوانا چاہتا تھا جب ہی قدرے رک کر پوچھنے لگا۔
''تم ناراض ہو؟'' میں نے نفی میں سر ہلا دیا تو وہ قصداً ذرا سا مسکرایا پھر کہنے لگا۔ ''تمہیں کسی بات کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ میں نے تم سے پوچھا کہ تمہارے والدین نے میرے بارے میں کیا سوچا تم نے لاعلمی کا اظہار کر دیا اور وجہ یہ بتائی کہ تمہیں کیونکہ ہر حال میں اپنے والدین کے فیصلے پر سر جھکانا ہے اس لیے تم جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتیں۔''
''یہی سچ ہے۔'' وہ ابھی کچھ اور بھی کہتا لیکن میں بے اختیار بول پڑی تھی۔
''نہیں، یہ سچ نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ تمہارے والدین کے پاس فیصلے کا اختیار ہی نہیں ہے بلکہ فیصلہ ایک بالکل اجنبی شخص کو کرنا ہوتا ہے۔'' اس نے یقین سے کہا تو میں نے ناگواری سے ٹوکا۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''تم بہت اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ مزید سن لو کہ تمہاری تائی جی نے تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہماری طرف منتقل کردیا ہے۔ اب بتاؤ کیا چاہتی ہو تم؟'' اس نے بات ختم کرکے بڑے آرام سے دونوں بازو سینے پر لپیٹ لیے تھے۔ یوں جیسے بڑا سخی ہو اور بھیک میں مجھے میری اوقات سے زیادہ نوازنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ یہی میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ مجھے دھتکارے یا مجھ پر احسان کرے پھر بقیہ زندگی جتاتا بھی رہے اور یہ تو بعد کی بات تھی جبکہ وہ ابھی مجھے ہرٹ کررہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اسے کیا جواب دوں تو پوچھ لیا۔

''تائی جی نے تمہاری اماں سے کیا کہا ہے؟''

''انہیں چھوڑو، وہ جو بھی کہیں مجھے اس کی پروا نہیں ہے، میں تمہاری مرضی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے خاصی بے نیازی دکھا کر کہا۔

''میری مرضی؟'' میں بلا ارادہ اسے دیکھے گئی۔

''ہاں، جلدی بتاؤ۔'' اس نے ٹیبل پر بازو رکھ کر میری آنکھوں میں جھانکا تو میں چونک کر بولی۔

''سوری، میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی میرا مطلب ہے سوچ کر بتاؤں گی۔''

''تمہیں کیا سوچنا ہے...... بس یہ بتادو شادی کب طے کروں؟'' اس نے کہا تو میں قصداً مسکرا کر بولی۔

''میں ہامی بھروں گی تو طے کرو گے ناں!''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ اچھلا تھا اور میں یکلخت پرسکون ہوگئی۔

''دیکھو احسن! جب تک معاملہ میرے اور تمہارے والدین کے درمیان تھا، میں خاموش تھی اور میں خاموش ہی رہتی اگر جو بات ان کے درمیان طے ہوتی یا اگر تمہارے پاس اختیار آ ہی گیا تھا تو تم میری مرضی نہ معلوم کرتے۔ اب تو تمہیں انتظار کرنا پڑے گا۔ میں ہر پہلو سے سوچنے کے بعد ہی تمہیں اپنی مرضی بتاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے سوچ لو...... میں تمہیں ایک ہفتہ دے رہا ہوں۔'' وہ سٹپٹا کر بولا تھا پھر غالباً اس کا مقصد مجھے یہ باور کروانا تھا کہ میرے پاس ہامی بھرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں جو کہنے لگا۔

''ویسے تمہاری بہن نے اچھا نہیں کیا۔ وہ اگر کسی کو پسند کرتی تھی تو اس سے شادی کرنے کے لیے ماں باپ کو فورس کرتی گھر سے بھاگنا تو عقل مندی نہیں ہے۔''

''معاف کرنا احسن، میری بہن گھر سے بھاگی نہیں تھی بتا کر گئی تھی۔ بہرحال یہ اس کا معاملہ ہے تمہیں اس پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے سہولت سے ٹوکا تو وہ کندھے اچکا کر بولا۔

''ہاں واقعی، مجھے اس پر تبصرہ نہیں کرنا چاہیے لیکن میں تمہیں تو سمجھا سکتا ہوں۔''

''مجھے کیا سمجھاؤ گے؟'' میں کسی طرح اپنی ناگواری چھپا نہیں سکی۔

''تم بہت جلدی برا مان جاتی ہو۔'' اس نے ہنس کر کہا تو میں بہ مشکل ضبط سے بولی۔

''نہیں، نہیں تم سمجھاؤ...... کیا سمجھانا چاہتے ہو؟''

''میں تمہیں باس کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ پتا نہیں انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق تم سے کیا کہا ہے جبکہ سچ یہ ہے کہ ان کی بیوی موجود ہے۔ تم کسی دھوکے میں نہ آنا...... میرا مطلب ہے......''

''میں تمہارا مطلب سمجھ گئی ہوں۔''

''ہاں، ویسے تم خود سمجھ دار ہو۔'' وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم غالباً یہ فائل لینے آئے تھے۔'' میں نے فائل اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دی۔

''اوہ ہاں، تھینک یو۔'' وہ فائل لے کر چلا گیا تو میں فوراً سر جھٹک کر کام میں مصروف ہوگئی کیونکہ میں اس کی کسی بات کو سوچنا نہیں چاہتی تھی اور واقعی حیرت انگیز طور پر میں نے اس وقت بہت خوب





صورت ڈیزائن تیار کرلیے تھے پھر انہیں لے کر حماد بھائی کے پاس گئی تو وہ فون پر بیلا سے بات کررہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی اس سے بولے۔

''لو جیہ آگئی، تم خود اس سے بات کرلو۔'' اس کے ساتھ ہی انہوں نے ریسیور مجھے تھما دیا۔

''السلام علیکم!'' میں نے سلام کیا تو بیلا خوش ہوکر بولی۔

''جیتی رہو، جیتی رہو۔''

''ہاں، جی رہی ہوں تمہاری دعا ہے۔ اب آگے بولو کیا بات ہے؟''

''اصل بات تو جب تم یہاں آؤ گی تب بتاؤں گی اور تمہیں چار بجے آنا ہے۔'' اس نے کہا تو میں نے صاف منع کردیا۔

''میں روز، روز نہیں آسکتی...... ہفتے میں ایک دن مقرر کرلو۔''

''ٹھیک ہے آج آؤ گی تو اس وقت مقرر کرلیں گے۔''

''نہیں، اب میں ایک ہفتے بعد ہی آؤں گی۔'' یہ میری ضد نہیں تھی بلکہ شدید ناراضی تھی کیونکہ اس کی وجہ سے احسن نے مجھے ہرٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔

''بکو مت، میں حماد سے کہہ رہی ہوں تمہیں ابھی بھجوادیں۔''

''زبردستی ہے کیا، میں نہیں آرہی۔'' میں نے فون پٹخ دیا تو حماد بھائی حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔

''کیا ہوا؟''

''سمجھا کے رکھیں اسے...... مجھ پر رعب نہ جمایا کرے۔'' میں ان پر بگڑ گئی تو وہ ہاتھ اٹھا کر بولے۔

''آرام سے، باہر تک آواز گئی تو سب جمع ہوجائیں گے۔''

''میں جارہی ہوں۔'' میں روٹھے لہجے میں کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ پوچھنے لگے۔

''بیلا کے پاس؟''

''نہیں، آپ بھی منع کردیں اسے یہاں کام کا حرج ہوتا ہے۔''

''اچھی بات ہے، تم جاؤ اپنی سیٹ پر۔'' انہوں نے کہا تو میں ایسے ہی روٹھی ہوئی اپنے روم میں آگئی اور کچھ دیر فائلوں کو ترتیب دینے میں لگی رہی پھر کمپیوٹر آن کرکے گیمز کا فولڈر کھول لیا لیکن میرا دھیان بار بار بیلا کی طرف جارہا تھا کہ اس نے کیا بات بتانے کے لیے مجھے چار بجے آنے کو کہا تھا۔ اب پتا نہیں واقعی کوئی بات تھی یا مجھے بلانے کا بہانہ تھا۔ میں نے متجسس ہونے کے باوجود اس کے پاس جانے کا نہیں سوچا اور سیدھی گھر آگئی۔

☆☆☆

یونہی کتنے دن گزر گئے، میں نے احسن سے کہا تھا کہ میں ہر پہلو سے سوچنے کے بعد ہی اسے اپنی مرضی بتاؤں گی اور واقعی میں نے بہت سوچا تھا پھر بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی جبکہ احسن شدت سے منتظر تھا۔ اس کی باتوں سے ہی لگ رہا تھا کہ میرے ہامی بھرتے ہی وہ اپنی ماں کو بھیج کر صرف بات ہی نہیں شادی بھی طے کروادے گا۔ کاش وہ یہ اقدام میرے علم میں لائے بغیر کرتا تو میں اسے دیوتا مان کر اس کے سامنے سر جھکا دیتی لیکن مجھ پر جتا کر اس نے مجھے تو ہرٹ کیا ہی تھا خود بھی میرے دل کی مسند سے اتر گیا تھا پھر بھی میں اس کے بارے میں سوچ رہی تھی تو میرے پیشِ نظر.... امی کی پریشانیاں تھیں اور تائی جی کو ان کے مقصد میں ناکام کرنے کا خیال تھا جو گزشتہ چار سالوں سے بیلا کی داستان سنا کر مجھے ریجیکٹ کروا رہی تھیں اور اب میں صرف ان پر جتانے کی خاطر ریجیکٹ نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن میں اپنے دل کا کیا کرتی جو اَب احسن کی رفاقت قبول کرنے پر تیار ہی نہیں ہورہا تھا جبکہ احسن یوں اترایا پھر رہا تھا جیسے میں منع کر ہی نہیں سکتی۔ اس وقت بھی وہ میرے پاس آیا تو اسی انداز میں پوچھنے لگا۔

”ہاں بھئی، کیا سوچا تم نے؟“

”ابھی تک تو کچھ نہیں۔“ یہی تو میرا کمال تھا کہ میں اپنی اندرونی کیفیت ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی۔

”کیا مطلب؟ ایک سے دو ہفتے ہو چکے ہیں اور تم ابھی تک سوچ رہی ہو؟“ اس نے تیز ہو کر کہا تو میں مزید چڑانے کو سکون سے بولی۔

”ظاہر ہے میری زندگی کا معاملہ ہے۔“

”ہاں...... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم سوچنے میں زندگی گزار دو۔“ وہ میرے سکون سے ہمیشہ پریشان ہو جاتا تھا۔

”نہیں، بس کچھ دن صبر کرو میں اپنی بہن سے مشورہ کرلوں پھر تمہیں بتاؤں گی۔“ میں نے کہا تو وہ ناگواری سے پوچھنے لگا۔

”تمہاری بہن، وہ کہاں ہے؟“

”یہیں اسی شہر میں۔“ میں نے قصداً... بے نیازی برتی۔

”تم اس سے ملتی ہو؟“ اس کی پیشانی پر مزید شکنوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

”کیوں نہیں ملوں گی۔ میری بہن ہے اور میری سب سے زیادہ انڈر اسٹینڈنگ اسی کے ساتھ ہے۔“ میں نے کہا تو وہ زچ ہو کر بولا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ تمہیں کوئی اچھا مشورہ کیسے دے سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے جب اس نے گھر سے نکلتے ہوئے تمہارے بارے میں نہیں سوچا تھا کہ اس کی رسوائیوں کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا تو اب تم اس سے اچھی توقع کیوں رکھ رہی ہو؟“

”کیونکہ میں...، اسے حق بجانب سمجھتی ہوں۔ اس نے جو کیا ٹھیک کیا اور تمہیں اس سے بحث نہیں ہونی چاہیے۔ تم صرف اپنا سوچو۔“ میں نے سنجیدگی سے ٹوکا تو وہ کرسی پر ڈھے گیا۔

”میں اپنا ہی سوچ رہا ہوں لیکن تم پتا نہیں کیا سوچے بیٹھی ہو۔ پہلے ماں باپ کو اختیار تھا پھر تائی جی آ گئیں اور اب بہن...... اس کے بعد کس سے مشورہ کرو گی؟“

”تم سے۔“ میں مذاق میں کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”کہاں جا رہی ہو؟“ اس نے فوراً پوچھا۔

”باس کے پاس پھر وہیں سے چلی جاؤں گی۔“ میں نے بتایا تو اس نے پھر طنز کیا۔

”ان کے گھر؟“

”ہاں، اب کیوں کا سوال نہیں اٹھانا۔“ میں نے کہا تو وہ ہنوز اسی انداز میں بولا۔

”نہیں، اب میں ایسا کوئی سوال نہیں اٹھاؤں گا جس کا تمہارے پاس جواب نہ ہو۔“

”ایسا کوئی سوال نہیں جس کا میرے پاس جواب نہ ہو۔ یہ اور بات کہ میں جواب دینا نہیں چاہتی۔ بہرحال تم اپنی غلط فہمی دور کرلو۔ باس کی بیوی بیلا میری بہن ہے اور میں اسی کے پاس جا رہی ہوں۔“ میں اپنی بات ختم کرتے ہی کمرے سے نکل آئی کیونکہ میں اس کا ردِعمل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

میں نے ساری صورتِ حال بتا کر بیلا کو دیکھا تو اس نے ایک لمحہ سوچنے کا توقف نہیں کیا اور فوراً بولی تھی۔

”بس تم منع کردو کوئی ضرورت نہیں ایسے شخص سے شادی کرنے کی جو محبت میں بھی احسان کرنا چاہتا ہے۔ مزید ساری زندگی جتاتا بھی رہے گا۔“

”تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد بھی تو یہی ہوگا۔“ میں نے مایوسی سے کہا تو وہ کچھ دیر مجھے دیکھتی رہی پھر پوچھنے لگی۔

”کیا تم واقعی احسن سے محبت کرتی ہو؟“

”محبت؟“ میں اسے دیکھ کے گویا ہوئی۔ ”نہیں بیلا! محبت نہیں ہے بلکہ میں تمہیں بتاؤں جب وہ مجھے ہرٹ کر رہا تھا تو میرا دل چاہا میں اسے شوٹ کردوں یا اس سے اتنی دور چلی جاؤں کہ وہ دوبارہ کبھی مجھے





نظر نہ آئے لیکن پھر مجھے امی کا خیال آتا ہے۔ وہ میرے لیے بہت پریشان ہیں اور چاہتی ہیں کہ میں جلدی اپنے گھر کی ہو جاؤں۔“

”ٹھیک ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اپنی زندگی خراب کرلو۔“

”وہ تو ہونا ہی ہے۔ احسن نہ سہی کوئی اور جو بھی آئے گا وہ ایسی ہی باتیں کرے گا۔“ میں اس وقت بہت دل برداشتہ ہو رہی تھی جس پر بیلا ڈانٹ کر بولی۔

”پاگل ہو تم، فضول میں احسن کی باتوں کو دل پر لے رہی ہو۔ دفع کرو اسے اور امی سے کہہ کر میرے پاس آجاؤ پھر دیکھنا کتنی اچھی جگہ۔ تمہاری شادی ہوتی ہے۔“

”بس رہنے دو۔“

”میں ٹھیک کہہ رہی ہوں...... دیکھو اگر تم چاہتی ہو کہ کوئی تم پر احسان نہ کرے تو یہ اسی صورت ممکن ہے کیونکہ یہاں تائی جی نہیں ہیں جو میری داستان سنا کر تمہیں رد کروائیں گی۔“ بیلا مجھے سمجھا کر کہنے لگی۔

”تم نے گھر سے نکلنے کے بعد پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اس لیے تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ پیچھے امی پر کیا گزری۔ اپنے گھر میں مجرموں کی طرح رہتی ہیں۔“

”جب میں وہاں تھی وہ تب بھی ایسے ہی رہتی تھیں۔ تم خواہ مخواہ مجھے الزام نہ دو۔ انہیں شوق ہے جلنے کڑھنے کا اور تم بھی ان ہی پر گئی ہو۔ تائی جی کی خوشامد کر کے سمجھتی ہو تم نے جینے کا ڈھنگ سیکھ لیا۔ ہونہہ، میں ایسی زندگی پر لعنت بھیجتی ہوں۔“ وہ الٹا مجھے لتاڑنے لگی تھی۔ جس پر میں غصے سے کچھ بولی تو نہیں لیکن اسی وقت اس کے گھر سے نکل آئی تھی اور کیونکہ یہ آفس سے آنے کا ٹائم نہیں تھا اس لیے امی مجھے آتا دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

”کیا ہوا، اتنی جلدی کیسے آ گئیں؟“

”بس آفس میں کچھ کام نہیں تھا اس لیے آ گئی۔“ میں نے سرسری انداز میں جواب دیا تو پوچھنے لگیں۔

”کھانا کھاؤ گی؟“

”نہیں، ابھی بھوک نہیں ہے آپ کیا کر رہی تھیں؟“ میں نے جواب دینے کے ساتھ ہی پوچھا۔

”بس ابھی نماز سے فارغ ہوئی ہوں۔ اس سے پہلے تمہاری تائی جی آئی تھیں۔“ انہوں نے بتایا تو میں حیران ہوئی۔

”تائی جی یہاں آئی تھیں مگر کیوں؟“

”یہ میں نے نہیں پوچھا اور پوچھتی تو وہ کون سا بتا دیتیں۔ ویسے ان کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ لڑکی دیکھ چکی ہیں۔ جب ہی کہہ رہی تھیں عدنان کے آتے ہی شادی کر دیں گی۔“

”اچھا، مجھ سے ذکر نہیں کیا انہوں نے حالانکہ رات میں بہت دیر تک ان کے پاس بیٹھی تھی۔“ میں نے رات تائی جی سے ہونے والی باتیں سوچتے ہوئے کہا تو امی بھی حیرت سے بولیں۔

”اور مجھے خاص طور پر بتا گئی ہیں۔“

”چلیں...... کہیں تو انہوں نے آپ کو کچھ سمجھا۔“ میں کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تو امی روک کر پوچھنے لگیں۔

”سنو، وہ احسن کی اماں نہیں آئیں؟“

”تائی جی کے پاس جانے کے بعد کون آتا ہے۔ آپ ان کا انتظار مت کریں۔“ میں نے بظاہر سیدھے سادے انداز میں کہا تو امی آہ بھر کر بولیں۔

”پتا نہیں تمہارا باپ یہ بات کب سمجھے گا۔“

”شاید ان کے نہ سمجھنے میں ہماری بہتری ہوگی۔“ میں کہہ کر اپنے کمرے میں آئی اور اس رات میں جان بوجھ کر تائی جی کے پاس نہیں گئی۔ شمی بلانے آئی تو بھی میں نے سر درد کا بہانہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلی صبح ابا نے مجھے آفس جانے سے منع کر دیا۔

”بس اب تمہیں نوکری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ابا کا حتمی انداز تھا اور میں بیلا کی طرح

کیوں کہنے کے بجائے واپس اپنے کمرے میں آ گئی اور کتنی دیر کڑھتی رہی پھر ابا کے جاتے ہی امی کے پاس آ کر ان سے پوچھنے لگی۔

''کیوں، کیوں منع کیا ہے ابا نے آفس جانے سے؟''

''انہوں نے تمہاری شادی طے کر دی ہے۔'' امی نے بجائے خوشی کے دکھ سے کہا تو میں ٹھٹک گئی۔

''میری شادی!''

''ہاں، عدنان کے ساتھ۔'' گویا وہ یہ نہیں چاہتی تھیں اور چاہتی تو میں بھی نہیں تھی لیکن یہ ابا اور تائی جی کا فیصلہ تھا جس پر امی تو کچھ بول ہی نہیں سکتی تھیں اور میری مجبوری امی تھیں پھر بھی میں نے کہنا چاہا۔

''اگر آپ نہیں چاہتیں تو میں......''

''بس خاموش ہو جاؤ۔'' امی نے فوراً میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا پھر بے چاری میری سیدھی سادی ماں مجھے تسلی دینے لگی۔

''عدنان برا نہیں ہے...... پھر تین سالوں سے باہر ہے کافی بدل گیا ہوگا۔ اللہ کرے شادی کر کے تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر یہاں سے چلا جائے۔ اچھا ہے دور رہو گی تو خوش رہو گی۔ بیلا بھی تو خوش ہے ناں۔'' میں نے چپ چاپ سر جھکا دیا کیونکہ یہ تو اُسی روز طے ہو گیا تھا کہ جس روز بیلا یہاں سے گئی تھی اور میں اُسے بتانے کے لیے ہی لابی میں آ کر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی پھر مجھے کتنا انتظار کرنا پڑا۔ ادھر وہ پتا نہیں کیا کر رہی تھی جب ریسیور اٹھایا تو اس کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی۔

''واش روم میں تھیں کیا؟'' میں نے ٹوکا۔

''تو یہ تم ہو، کہاں...... آفس سے بات کر رہی ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں، آج سے میرا آفس جانا بند ہو گیا ہے تم حماد بھائی کو بتا دینا۔'' میں نے کہا تو وہ طنز سے بولی۔

''کیا بتاؤں حماد کو تائی جی نے بند کروا دیا؟''

''نہیں ابا نے۔'' میں نے کہا تو وہ جل کر بولی۔

''ایک ہی بات ہے۔''

''اچھا خیر اور سنو میری شادی ہو رہی ہے۔'' میں نے مزید اطلاع دی تو اس نے فوراً پوچھا۔

''احسن کے ساتھ؟''

''نہیں، عدنان کے ساتھ۔'' میرے سکون سے کہنے پر وہ بری طرح تلملا گئی۔

''مر کیوں نہیں جاتیں تم، بے غیرت...... اسی لیے تائی جی کی خوشامد میں لگی ہوئی تھیں۔ تمہیں اگر ان کی بہو بننے کا اتنا شوق تھا تو درمیان میں سارے چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی اور میرے پاس کیا سوچ کر روتی ہوئی آئی تھیں۔''

''اب نہیں آؤں گی۔'' بہت ضبط کے باوجود میری آواز بھرا گئی تو وہ مزید تپ کر بولی۔

''ساری زندگی ایسے ہی روتی رہو گی تم۔''

''دعا نہیں دے سکتیں تو بددعا کیوں دیتی ہو۔''

''میری بددعا سے نہیں اپنی حماقت سے روؤ گی۔'' اس نے کہہ کر فون پٹخ دیا تھا۔ جس سے میں اور بددل ہو گئی کم از کم تسلی کے دو بول ہی کہہ دیتی۔ ایک تو میں اس کے کیے کی سزا بھگت رہی ہوں۔ دوسرے وہ الزام بھی میرے سر رکھ رہی ہے۔

''آئندہ میں اس سے کبھی کوئی تعلق نہیں رکھوں گی۔'' میں نے سوچا اور ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتی ہوئی اپنے کمرے میں جانے لگی تھی کہ فون کی بیل پر واپس پلٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو!''

''آج آفس کیوں نہیں آئیں؟'' دوسری طرف سے احسن نے چھوٹتے ہی پوچھا تو میں سنبھل کر بولی۔

''میری مرضی۔''

''ہاں ظاہر ہے تم پابند تھوڑی ہو، آؤ نہ آؤ۔'' اس نے کہا تو میں تائید کے ساتھ بولی۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو اور میں تمہیں بتا دوں کہ میں نے جاب چھوڑ دی ہے۔''





''اچھا کیا، میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم......''

''تمہارے چاہنے سے نہیں احسن۔'' میں نے ٹوکا تو وہ غالباً ٹھٹکا تھا۔

''پھر......؟''

''پھر یہ کہ میری شادی ہو رہی ہے میرے تایازاد کے ساتھ۔'' میں نے بڑے آرام سے بتایا تھا۔

''ک...... کیا مطلب ہے تمہارا؟ دیکھو تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں آج ہی اماں کو بھیجتا ہوں۔ سنو، سن رہی ہو ناں؟'' وہ بوکھلاہٹ یا پریشانی میں بے ربط بولنے لگا۔

''بس جتنا سنا چکے ہو وہی بہت ہے مزید کچھ مت سناؤ۔'' میں نے ٹوک دیا۔

''نہیں، میں تمہیں یہ غلطی نہیں کرنے دوں گا۔ تم اپنی تائی جی کو نہیں جانتیں وہ بہت چالاک ہیں۔ انہوں نے تمہارے خلاف میری اماں کو ورغلانے کی بہت کوشش کی ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کتنے گھناؤنے الزام لگائے ہیں انہوں نے تم پر، تمہاری بہن پر...... میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو پھر تمہاری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔'' وہ بولے جا رہا تھا پھر میری طویل خاموشی محسوس کر کے چند لمحے رک کر پوچھنے لگا۔

''سنو کیا تمہارے ساتھ زبردستی کی جا رہی ہے؟''

''نہیں، یہ میرا اپنا فیصلہ ہے۔'' میں نے کہا تو وہ چیخ پڑا۔

''غلط کہہ رہی ہو، تمہیں مجھ سے محبت ہے۔''

''نہیں احسن، اگر محبت ہوتی تو اس وقت تمہیں ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہتے ہوئے میرا دل ضرور روتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس کے برعکس میں اپنے فیصلے پر اگر خوش نہیں تو ناخوش بھی نہیں ہوں اور تم پلیز اب مجھے فون مت کرنا، خدا حافظ!'' میں نے اسے مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ فون رکھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور کتنی دیر اپنے دل کو ٹٹولتی رہی کہ شاید کوئی پچھتاوا کوئی ملال لیکن اس وقت مجھے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا اطمینان بھی نہیں تھا بس ہلکا سا خوف جو شاید آنے والے دنوں کا تھا اور یہ تو ہونا ہی تھا۔

☆☆☆

پھر اگلے روز ہی تائی جی نے باقاعدہ مجھے پیلا جوڑا پہنا کر مایوں بٹھا دیا تو اس وقت میں نے دیکھا امی خوش نظر آ رہی تھیں اور مجھے کیا چاہیے تھا۔ ان ہی کی خاطر تو میں نے سر جھکایا تھا۔ وہ اگر خوش ہو رہی تھیں تو مجھے بھی کوئی دکھ نہیں تھا البتہ میں الجھ ضرور رہی تھی کہ تائی جی نے کیسے آناً فاناً سارے معاملات طے کر لیے تھے یعنی پہلے تو انہوں نے کبھی ایسا ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا پھر بقول احسن انہوں نے مجھ پر گھناؤنے الزام بھی لگائے تھے پھر کیسے مجھے بہو بنانے پر تیار ہو گئیں۔

''یہ سب نصیب کی باتیں ہیں۔'' رات میں امی میرے پاس آ کر بیٹھیں تو کہنے لگیں۔ ''ہم پتا نہیں کیا کچھ سوچتے ہیں لیکن نصیب کا لکھا ہی پورا ہوتا ہے تمہاری تائی جی نے تمہارے لیے سارے دروازے بند کیے اپنا دروازہ بند نہیں کر سکیں۔''

''آپ خوش ہیں؟'' میں نے امی کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا جو اچانک تاریک ہو گیا تھا۔

''مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تم اپنے گھر کی ہو جاؤ گی۔'' امی نظریں چرا کر بولیں پھر قدرے توقف سے اپنے آپ صفائی پیش کرنے لگیں۔ ''کیا کروں کہیں بات بنتی ہی نہیں تھی۔ احسن کی اماں بھی جواب دے گئی تھیں اور اس کا تمہارے باپ کو بھی بڑا افسوس تھا۔ تب تمہاری تائی جی نے کہا فکر کیوں کرتے ہو رشتہ گھر میں موجود ہے یوں دونوں میں بات طے ہو گئی۔ پرسوں عدنان آ رہا ہے اور اسی روز تمہاری مہندی رکھی ہے۔'' مجھ میں امی کا چہرہ دیکھنے کا حوصلہ نہیں تھا جب ہی میں اپنے پیر کے انگوٹھے کا ناخن کھرچنے میں لگی رہی۔

''تمہارا باپ بہت خوش ہے۔'' امی کہے جا رہی تھیں۔ ''بار بار مجھے کہہ رہے تھے کہ بھابی کو ہمارا کتنا خیال ہے اور جیہ سے تو انہیں شروع سے ہی بہت محبت ہے جب ہی تو جیہ کا دل بھی وہیں لگتا ہے۔ اب دیکھو عدنان تمہیں یہاں رکھے یا اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اللہ کرے اپنے ساتھ لے جائے۔''

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' میں ان کی باتوں سے اکتا کر بولی تو وہ فوراً کھڑی ہو گئیں شاید انہیں خدشہ تھا کہ کہیں مجھے بہلاتے بہلاتے وہ رو نہ پڑیں۔ اس لیے جیسے منتظر تھیں فوراً اٹھ کر چلی گئیں اور میں اپنے ہاتھ کی لکیروں میں اپنا نصیب ڈھونڈتے، ڈھونڈتے سو گئی۔

☆☆☆

اگلے دن صبح ہی سے گھر میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی۔ سب سے زیادہ شہنی کی آواز تھی جو محلے کی لڑکیوں کو اکٹھا کر کے غالباً مہندی کی تقریب کا انتظام کر رہی تھی۔ میں اپنے کمرے میں بیٹھی مختلف آوازیں سنتی رہی۔ اس کے باوجود جانے کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ میرے لیے ہو رہا ہے۔ میرے تن پر سجا پیلا جوڑا اور ابٹن کی بھینی، بھینی مہک بھی میرے احساسات کو نہیں جھنجوڑ پا رہی تھی۔ اس کے برعکس یوں لگ رہا تھا جیسے میرے ساتھ کوئی مذاق ہو رہا ہو۔

''یہ مذاق نہیں ہے، میرے نصیب کا لکھا پورا ہو رہا ہے۔'' میں نے خود کو یقین دلانے کی سعی کی تھی لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی اور ہوتی بھی کیسے جب میرے نصیب میں یہ تھا ہی نہیں۔ میرے نصیب میں تو اس سے بھی بھیانک مذاق تھا۔ اگلے روز عین اس وقت جب میری ہتھیلیوں پر مہندی رنگ چھوڑ گئی تھی۔ عدنان برآمدے میں کھڑا چلّا رہا تھا۔

''آپ نے یہ سوچا کیسے کہ میں جیہ کے ساتھ شادی کر لوں گا۔ ہرگز نہیں، آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا اگر کوئی اور لڑکی نہیں مل رہی تھی تو میں آتا ہی نہیں ......گھر کی بات ہو یا باہر کی میں قربانی نہیں دے سکتا۔ بند کرو یہ ڈھولک، یہاں کوئی شادی وادی نہیں ہو رہی ہے، شہنی!'' وہ غالباً اس کمرے میں گیا تھا جہاں ڈھولک بج رہی تھی اور مجھے نہیں معلوم





برآمدے میں کھڑے ابا اور امی کی کیا حالت تھی اور جانے تائی جی ان سے کیا کہتے ہوئے گئی تھیں۔ میں کچھ دیر بند دروازے کو دیکھتی رہی پھر بہت آرام سے اٹھ کر الماری سے اپنا ایک سادہ سا سوٹ نکالا اور واش روم میں بند ہو گئی۔

دو دن سے گھر میں ڈھولک بج رہی تھی اور اب موت کا سناٹا تھا۔ میں کپڑے بدل کر واپس کمرے میں آئی تو یوں تھا جیسے برسوں سے یہاں کوئی آواز نہیں گونجی۔ پتا نہیں امی کہاں تھیں۔ میں کتنی دیر ان کا انتظار کرتی رہی پھر مجھے بھوک ستانے لگی تو میں خود ہی کمرے سے نکل کر سیدھی کچن میں آ گئی اور ابھی روٹی کا برتن کھولا ہی تھا کہ امی آ گئیں۔ غالباً انہوں نے مجھے ادھر آتے ہوئے دیکھا تھا جب ہی آ گئی تھیں۔

''مجھے کھانے کا خیال ہی نہیں رہا تم جاؤ کمرے میں۔'' میں وہیں لے کر آتی ہوں۔'' امی مجھ سے نظریں چرا کر کہہ رہی تھیں۔ مجھے حقیقتاً ان پر بہت ترس آیا۔

''آپ نے کھا لیا؟''

''نہیں۔''

''چلیں، میں لے کر آتی ہوں۔'' میں نے کہا تو جانے کیوں وہ گھبرا سی گئیں۔

''نہیں، تم اپنے کمرے میں جاؤ اُدھر تمہارے ابا......''

''ابا......!'' میں نے چونک کر دیکھا۔ ''کیا ہوا ابا کو؟''

''کچھ نہیں، بس وہ روئے جا رہے ہیں۔''

''ابا رو رہے ہیں، کیوں؟ ہمارے ساتھ تو ایک عرصے سے یہی ہو رہا ہے۔ وہ اب کیوں رو رہے ہیں؟'' میرے لہجے میں حیرت کے ساتھ طنز بھی سمٹ آیا۔

''اور وہ تائی جی کہاں ہیں، ان کے پاس جا کر روئیں۔ وہ ایسے موقع پر تسلیاں دینے میں بہت ماہر ہو چکی ہیں۔'' امی نے بس ایک نظر مجھے دیکھا پھر پلٹ کر جانے لگیں کہ میں نے روک لیا۔

''سنیں امی! مجھے کوئی افسوس نہیں ہے بلکہ یوں لگ رہا ہے جیسے دل پر ایک بوجھ آن گرا تھا اس سے آزاد ہو گئی ہوں۔ ابا سے کہہ دیجیے میرے ساتھ اب تک جو ہوتا رہا ہے وہ بے شک غلط تھا لیکن آج جو ہوا یہ بہت اچھا ہے۔ میں خوش ہوں کہ میرا نصیب اتنا برا نہیں ہے۔'' آخر میں، میں قصداً مسکرائی پھر گھوم کر سالن گرم کرنے میں لگ گئی۔

امی اسی خاموشی سے چلی گئی تھیں۔ میں نے وہیں بیٹھ کر کھانا کھایا اس کے بعد چائے کا کپ لے کر اپنے کمرے میں آ گئی اور چائے پینے کے ساتھ، ساتھ اِدھر، اُدھر بکھری مہندی اور پھولوں کی پتیاں سمیٹتے ہوئے ان کی بھینی، بھینی خوشبو اچانک میرے احساسات کو جھنجوڑنے لگی تھی اور یہ واقعی حیرت کی بات کہ تھی کہ ہتھیلیوں پر سج کر مہندی نے میرے اندر کوئی ہلچل نہیں مچائی تھی جواَب میں محسوس کر رہی تھی۔ بڑا خوب صورت احساس تھا۔ میں نے چائے کا کپ خالی کر کے ایک طرف رکھ دیا پھر فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں میں مہندی اور پھول سمیٹ کر ان کی خوشبو اپنے اندر اتاری پھر بے اختیار اوپر اچھال کر انہیں پھر سے بکھیرتے ہوئے میں خوش ہو رہی تھی کہ اسی وقت بنا دستک دیے بلکہ دروازہ دھکیل کر عدنان اندر آ گیا اور اس سے پہلے کہ میں ٹوکتی حیرت سے بولا۔

''تم ہنس رہی ہو؟''

''کیوں، ہنسنے پر پابندی ہے کیا؟'' میں نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ ان سنی کر کے اسی حیرت سے بولا۔

''میرا تو خیال تھا تم رو رہی ہو گی؟''

''کیوں؟'' میں نے اسے بوکھلا دیا تھا۔

''ظاہر ہے، تمہاری شادی ہو رہی تھی اور اب نہیں ہو رہی۔''

''آپ کی بھی تو ہو رہی تھی اور اب نہیں

ہو رہی۔" میں نے محظوظ ہو کر اسی کے انداز میں کہا تو وہ تپ کر بولا۔

"میری بات چھوڑو، میں مرد ہوں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ جز بز ہو کر نظروں کا زاویہ بدل گیا پھر محض اپنا ہاتھ اوپر رکھنے کی خاطر بولا تھا۔

"مجھے افسوس ہے، تمہارا مستقبل تاریک ہوگیا۔"

"نہ، نہ...... آپ کو افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے عدنان بھائی۔ مجھے تاریکیوں میں شمع جلانی آتی ہے۔"

"تو اب تک اندھیرے میں کیوں کھڑی ہو؟" اس نے طنز کیا تو میں بہت ضبط سے جتا کر بولی۔

"ابا کا انتظار کر رہی تھی۔ شکر ہے وہ آگئے ہیں اب اندھیرا نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ سمجھ کر تلملایا تھا۔

"میں نے تو آپ کی کسی بات کا مطلب نہیں پوچھا لیکن یہ ضرور پوچھوں گی کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" میں ٹوک کر سوالیہ نشان بن گئی تو اسے جیسے اپنی آمد کا مقصد یاد آگیا تو فوراً مصالحانہ انداز اختیار کر کے بولا۔

"میں تم سے کچھ مذاکرات کرنے آیا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" میں اندر ہی اندر ٹھٹکی تھی۔

"شادی...... میرا مطلب ہے یہ شادی ہو سکتی ہے اسی طرح جیسے طے کی گئی ہے اگر جو تم......" وہ ایک لحظہ کو ہچکچایا تھا پھر فوراً سنبھل کر بولا۔ "اگر تم یہ پورشن میرے نام کر دو۔" مجھے اس کی سوچ اور لالچ پر جتنا افسوس ہوتا کم تھا لیکن میں نے فوراً اظہار نہیں کیا اور بظاہر سادگی سے بولی۔

"یہ تو ابا کے نام ہے۔"

"ہاں، میں چاہتا ہوں کہ چچا جان وہ میرے نام کر دیں۔ چچا جان نے کہا ہے کہ وہ نکاح میں تمہارے نام لکھ دیں گے۔" وہ میری سادگی سمجھ کر اپنے تئیں مجھے اعتماد میں لے رہا تھا۔

"تمہارے نام؟" میں قصداً سوچنے لگ گئی۔

"ہاں ایک ہی بات ہے، میں صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم میرا مطلب ہے اگر کبھی بیلا آگئی تو وہ تم سے ہتھیا لے گی کیونکہ وہ بہت چالاک ہے، میرے نام ہوگا تو...... دیکھو، اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ تمہیں اپنے ہاتھوں کی مہندی چھپانی نہیں پڑے گی۔" وہ مسلسل مجھے رام کرنے میں لگا ہوا تھا اور میری نظریں اپنی سرخ ہتھیلیوں پر جم گئیں جہاں ساری لکیریں واضح ہوگئی تھیں گو کہ میں دست شناس نہیں تھی پھر بھی مجھے لگ رہا تھا کہ میری قسمت کے اندھیرے چھٹ رہے تھے۔

"تمہارے ہاتھوں پر مہندی بہت خوب صورت لگ رہی ہے۔" عدنان نے آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے میرے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھنے چاہے لیکن میں فوراً پیچھے ہٹ گئی پھر اسے دیکھ کر بولی۔

"میرے ہاتھوں میں مہندی واقعی اچھی لگ رہی ہے لیکن یہ تمہارے نام کی نہیں ہے۔"

"پھر......؟" اس کی پیشانی پر ہلکی سی لکیر ابھری تھی،

"جس کے نام کی ہوگی وہ آجائے گا۔ آج نہیں تو کل۔" میرے مسکرانے پر وہ سلگ کر بولا۔

"کسی خوش فہمی میں مت رہو اگر اس طے شدہ تاریخ پر تمہاری شادی نہیں ہوئی تو پھر سمجھو...... کبھی نہیں ہوگی۔"

"نہ سہی، زندگی کا دوسرا نام شادی تو نہیں ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ابھی تمہاری اصلیت دیکھ کر مجھے شادی سے ہی نفرت ہوگئی ہے۔ جاؤ اپنی ماں سے کہو میں نے تمہیں ریجیکٹ کر دیا ہے۔" میں بے نیازی سے کہتی اچانک غصے میں آگئی تو وہ دانت پیس کر بولا۔





"تم مجھے ریجیکٹ کرو گی؟"

"ہاں، ایک بار نہیں ہزار بار...... میں تمہیں ریجیکٹ کرتی ہوں۔ میں تمہیں ریجیکٹ کرتی ہوں۔" میں چیختی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس طرح وہ الٹے پیروں پیچھے ہٹتا ہوا کمرے سے نکل گیا تو میں نے چاہا کہ دروازہ زور سے بند کر دوں لیکن سامنے ابا کو کھڑے دیکھ کر میرا ہاتھ وہیں رک گیا اور میں واپس پلٹنا چاہتی تھی لیکن پھر اچانک ہی بھاگ کر ابا کے سینے سے جا لگی۔ میرے آنسو اچانک بہہ نکلے تھے۔

"روتی کیوں ہو، میں ہوں ناں۔" ابا میرا سر تھپکنے لگے پھر مجھے کمرے میں چھوڑ کر جاتے، جاتے بولے تھے۔ "تم نے بیلا کی طرح صحیح فیصلہ کیا ہے۔"

"ابا......!" میں رونا بھول کر ان کے پیچھے دیکھے گئی۔ حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہو رہی تھی کہ ابا کی زبان پر بیلا کا نام آیا تھا اور میرا دل چاہا میں ابھی اسے بتاؤں لیکن بہت رات ہوگئی تھی مجبوراً میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

صبح بہت دن چڑھ آیا تھا جب شور سے میری آنکھ کھلی۔ کچھ دیر میں سمجھنے کی کوشش کرتی رہی پھر جیسے ہی ذہن بیدار ہوا میں فوراً اٹھ کر کمرے سے نکل آئی تو آگے تائی جی برآمدے میں کھڑی امی پر چلا رہی تھیں۔

"تمہیں خود شوق ہے بدنامیاں گلے ڈالنے کا۔ ایک بیٹی کو بھگایا دوسری کو بھی اسی راہ لگاؤ گی۔ ارے اپنا نہیں تو کچھ ہمارا خیال کرو۔ میری شہنی عزت سے رخصت ہو جائے پھر جو مرضی کرتی پھرنا۔"

"بس تائی جی۔" میں اچانک نہیں بلکہ ان کی ساری بات سننے کے بعد ہی ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔ "آپ نے ہمارا خیال کر لیا...... ہم آپ کا خیال کریں گے۔ اب آپ جائیں اپنی جگہ پر۔"

"ہائیں تم...... تم مجھ سے مخاطب ہو؟" ان کے دیدے پھٹ گئے تھے۔

"جی ہاں آپ سے...... اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ سے بدتمیزی نہ کروں تو آئندہ اپنی زبان کنٹرول میں رکھیے گا۔ میں مزید اپنی ماں کی بے عزتی برداشت نہیں کروں گی۔" میں نے سکون سے انہیں وارننگ دی تھی۔

"ارے بے عزتی اس کی ہوتی ہے جس کی کوئی عزت ہو۔ تمہارے ماں باپ کی عزت تو وہ پہلے ہی نیلام کر گئی ہے، رہی سہی کسر تم پوری کر دو۔" تائی جی بکتی جھکتی چلی گئیں تو میں نے امی کے ساتھ ان کے کمرے میں آکر پوچھا۔

"کیا ہوا تھا؟"

"پتا نہیں، اپنے آپ آکر بولنے لگیں جیسے تمہارے ابا کے جانے کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ ادھر وہ نکلے اُدھر یہ آن موجود ہوئیں...... رات عدنان کیا کہہ رہا تھا؟" امی نے اپنی بات کہہ کر مجھ سے پوچھا تو میں سر جھٹک کر بولی۔

"وہ بھی ایسے ہی بکواس کر رہا تھا۔"

"پتا تو چلے۔"

"چھوڑیں، یہ بتائیں آپ نے ناشتا کر لیا؟"

"ہاں، تمہارے لیے پراٹھا بنا دیا ہے...... جاؤ ٹھنڈا ہو جائے گا۔" امی نے میرے ناشتے کے خیال سے مزید نہیں کریدا۔

"اچھی بات ہے۔" میں ان کے کمرے سے نکل آئی اور آنگن میں لگے واش بیسن پر منہ ہاتھ دھوتے ہوئے مجھے ایک دم بیلا کا خیال آیا تو میں تولیا کھینچتی ہوئی لابی میں آکر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"ہیلو!" خلافِ توقع اس نے پہلی ہی بیل پر ریسیور اٹھا لیا۔

"السلام علیکم مسز بیلا حماد۔" میں نے قدرے شوخی سے کہا تو وہ اچھل کر بولنے لگی۔

''ارے تمہاری شادی ہوگئی؟''

''میں نے تمہیں مسز کہا ہے اپنے آپ کو نہیں۔'' میں نے ٹوکا تو وہ جھنجلا کر بولی۔

''پتا ہے، میں تمہاری شادی کا پوچھ رہی ہوں؟''

''تمہیں کیا لگ رہا ہے؟'' میں نے پوچھا تو وہ یقین سے بولی۔

''نہیں ہوسکتی۔''

''ظاہر ہے، تمہارا بویا میں کاٹ رہی ہوں۔'' میں اس کے یقین سے چڑ کر بولی تو وہ پہلے زور سے ہنسی پھر کہنے لگی۔

''یہ کریڈٹ مجھے نہیں اُسے جاتا ہے۔''

''اسے کسے؟''

''تمہارے عاشق کو۔''

''ہائیں! میرا کون عاشق پیدا ہوگیا؟'' میری حیرت پر وہ عادت کے مطابق ڈانٹنے لگی۔

''معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے احسن کو نہیں جانتیں کیا؟''

''نام مت لو اس کا۔'' میں نے فوراً ٹوکا۔

''ارے، وہ تمہارے نام کی تسبیح پڑھ رہا ہے اور تم اس کا نام نہیں سننا چاہتیں۔''

''تم نے کہاں دیکھ لیا اسے؟''

''وہ تین دن سے میرے گھر آرہا ہے...... گھنٹوں بیٹھا گڑگڑاتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس کی شادی کروادوں اگر تم اسے نہیں ملیں تو وہ مرجائے گا وغیرہ، وغیرہ۔'' بیلا نے بتایا تو میں چڑ کر بولی۔

''بکواس نہیں کرو۔''

''یہ بکواس نہیں ہے جیہ، میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تم ایک بار اس سے مل کر سارے گلے شکوے دور کرلو۔'' بیلا ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھی پھر بھی میں نے منع کردیا۔

''نہیں، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''ایسا مت کرو جیہ، وہ سچ مچ تم سے بہت محبت کرتا ہے اور اگر اس نے تم سے کچھ الٹا سیدھا کہہ دیا ہے تو اس میں اس کا قصور نہیں ہے تائی جی نے جس انداز سے تمہاری کردار کشی کی ہے اس سے اچھے سے اچھا شخص بدگمان ہوسکتا ہے پھر احسن کی بدگمانی تو بہت تھوڑی دیر کی تھی اور اس پر بھی وہ شرمندہ ہے۔ معاف کردو اسے بھول جاؤ پچھلی ساری باتیں۔'' بیلا دھیرج سے سمجھا رہی تھی۔ میں چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک نہیں سکی اور چپ چاپ سننے لگی۔

''دیکھو، اگر تمہاری شادی نہیں ہوئی تو صرف اس لیے کہ آسمانوں پر تمہارا جوڑا عدنان یا کسی اور کے ساتھ نہیں لکھا گیا اور میں یہ نہیں کہتی کہ ضرور احسن ہی کے ساتھ لکھا ہوگا لیکن آزمانے میں کیا حرج ہے، اپنا نصیب آزما دیکھو ہوسکتا ہے ابا مان جائیں۔''

''رات، ابا تمہیں یاد کررہے تھے۔'' میں نے اس کی ساری باتوں کے جواب میں کہا تو وہ اچھل کر بولی۔

''کیا...... ابا مجھے یاد کررہے تھے؟''

''ہاں تم آجاؤ حماد بھائی کے ساتھ۔'' میں نے کہا تو وہ فوراً پوچھنے لگی۔

''احسن کو بھی لے آؤں؟''

''تمہاری مرضی۔'' میں بے اختیار بولی تو اس نے شوخی سے پوچھا۔

''اور تمہاری مرضی کیا ہے؟''

''میں اپنا نصیب آزمانا چاہتی ہوں۔''

''ضرور، ضرور۔'' بیلا یوں کھلکھلا رہی تھی جیسے اس نے میرے نصیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہو۔ اس کی ہنسی تو یہی بتا رہی تھی کہ میرے نصیب کے اندھیرے چھٹ گئے ہیں۔